ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

24

www.tanzeem.org

2 تا 8 رجب المرجب 1431ھ / 15 تا 21 جون 2010ء

اس شمارے میں

اب غلطی کی گنجائش نہیں!

شمالی وزیرستان میں آپریشن خودکشی ہوگی

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی علماء دیوبند سے عقیدت اور توقعات

تیری عظمت کو سلام

اسلامی اخوت کا رشتہ

مکالمہ بین المذاہب

ترکی کی خارجہ پالیسی میں انقلابی تبدیلی

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

فرقہ پرستی نہ رہی تو!

میں بعض اوقات اُس دل، ضمیر، دماغ اور سوچ پر لرز اُٹھتا ہوں جس کے نزدیک فرقہ پرستی ناگزیر ہے۔ ناگزیر کا مفہوم ہے جس کے بغیر چارہ نہ ہو، آخر فرقہ پرستی کے بغیر کون سا کام بند ہو جاتا ہے۔ اگر فرقہ پرستی نہ رہی تو کیا دین اس دنیا سے اُٹھ جائے گا؟ مساجد مسمار ہو جائیں گی؟ کعبہ معظمہ ڈھ جائے گا؟ روضۂ رسول ﷺ کی روحانیت و برکت ختم ہو جائے گی؟ بیت المقدس کی آزادی کا خواب کبھی تعبیر نہ پا سکے گا؟ مسلمان کلمہ پڑھنا چھوڑ دیں گے؟ لوگ کعبے کا حج چھوڑ کر گنگا جمنا کا اشنان شروع کر دیں گے؟ قرآن و حدیث کی تعلیم کی جگہ وید اور بھگوت گیتا کا درس شروع ہو جائے گا؟ اہل اسلام دینی شعائر چھوڑ کر لنگوٹ پہننا، کرپان اُٹھانا، تلک لگانا اور بھجن گانا شروع کر دیں گے؟ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو متروک قرار دے دیا جائے گا؟ امت رسول ﷺ مردے دفنانے کی بجائے انہیں جلانا شروع کر دے گی؟ نماز جمعہ اتوار کو پڑھی جانے لگے گی؟ انسان شہروں کو چھوڑ کر جنگلوں میں جا بسیں گے؟ تیسری جنگ عظیم چھڑ جائے گی؟ دن کو تارے نظر آنے لگ جائیں گے؟ سورج مغرب سے نکلنا شروع ہو جائے گا؟ بے وقت بارشیں شروع ہو جائیں گی؟ دنیا بھر کے کاروباری ادارے ہڑتال کر دیں گے؟ اور سارا نظام کائنات درہم برہم ہو کر رہ جائے گا؟ آخر فرقہ پرستی نہ رہی تو کیا ہوگا؟ ہمارے خیال اور تاریخ کے تجربے کے مطابق کچھ ہوا بھی تو اچھا ہوگا یعنی فرقہ پرستی کا زور ٹوٹنے پر ان شاء اللہ عالم اسلام میں حائل تعصبات کی دیواریں گر جائیں گی۔

وحدت ملی

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

الھدیٰ (422)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ الانفال

(آیات:72-73)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝

’’جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے، وہ اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اور جو لوگ ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کو ان کی رفاقت سے کچھ سروکار نہیں۔ اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملات) میں مدد طلب کریں تو تم کو مدد کرنی لازم ہے۔ مگر اُن لوگوں کے مقابلے میں کہ تم میں اور ان میں (صلح کا) عہد ہو (مدد نہیں کرنی چاہئے) اور اللہ تمہارے (سب) کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں (وہ بھی) ایک دوسرے کے رفیق ہیں تو (مومنو) اگر تم یہ (کام) نہ کرو گے تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا۔‘‘

مدینہ میں مسلمانوں کے دو گروپ تھے۔ ایک وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آ گئے اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کیا، یہ مہاجر کہلائے۔ اور دوسرے مدینہ کے وہ اہل ایمان جنہوں نے مہاجرین کو پناہ دی اور اُن کی مدد کی، اُن کے لیے اپنے گھر تقسیم کر دیئے، اُنہیں اپنے کاروبار میں شریک کیا، اپنے دلوں میں انہیں جگہ دی۔ فرمایا، یہ سب لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔

البتہ ساتھ ہی واضح فرما دیا کہ وہ لوگ جو ایمان لائے لیکن ہجرت نہیں کی، مسلمانو، تمہارا اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ سورۃ النساء میں ایسے لوگوں کو کافر اور منافق قرار دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اُن کے ساتھ وہی سلوک کرو جو کافروں کے ساتھ ہے۔ انہیں پکڑو اور قتل کرو سوائے اس کے کہ وہ کسی ایسے قبیلے سے ہوں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے۔ یہ ساری بات وہاں آ گئی ہے۔ لیکن یہاں بھی بتا دیا گیا کہ جو مسلمان مکے میں رہ گئے اور ہجرت نہیں کی اور اب کہہ رہے ہیں کہ ہم ایمان لا چکے تھے مگر مجبوراً مکے میں رہ رہے تھے تو ایسے لوگوں کے ساتھ اب تمہاری کوئی رفاقت اور کوئی تعلق نہیں جب تک کہ ہجرت نہ کریں۔ یعنی بدر کے قیدیوں میں سے جو ایسے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ فدیہ دے کر واپس جائیں اور پھر وہاں سے ہجرت کر کے آئیں۔ تب ہی وہ تمہارے بھائی اور حمایتی ہوں گے—— البتہ ایسے لوگ اگر دین کے ضمن میں تم سے مدد مانگیں تو تم پر اُن کی نصرت واجب ہے۔ مگر اُن لوگوں کے مقابلے میں تمہیں اُن کی مدد نہیں کرنی چاہیے جن کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہے۔ فرض کریں، مکے میں ایک مسلمان ہے، اس نے وہاں سے مدینہ کے مسلمانوں کو خط لکھ دیا ہے کہ مجھے یہاں ستایا جا رہا ہے، میری مدد کرو۔ مگر جس قبیلے کے خلاف وہ مدد مانگ رہا ہے، اُس کے ساتھ آپ ﷺ کا معاہدہ ہے۔ اگر آپ اُس قبیلے پر چڑھ دوڑیں تو اس کی اجازت نہیں۔ ہر معاملے کا ایک قاعدہ ہوتا ہے۔ جس شخص کو ستایا جا رہا ہے، اُسے وہاں سے ہجرت کرنی چاہیے اور اگر وہ ہجرت نہیں کر رہا تو تکلیف جھیلنی چاہیے۔ مسلمان معاہدے کی پابندی کے پیش نظر اُس کی مدد نہیں کر سکتے۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو اُسے دیکھ رہا ہے۔

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، وہ ایک دوسرے کے ساتھی، حمایتی اور پشت پناہ ہیں۔ عرب کے قبائلی معاشرے میں ولایت کے معاملے کی بڑی اہمیت ہوتی تھی۔ قبیلے میں سے کسی پر کوئی تاوان پڑ جاتا تو قبیلے کے دوسرے افراد کو تاوان کی رقم میں اپنا حصہ ڈالنا ہوتا تھا۔ قبائلی معاشرے میں یہ چیزیں ناگزیر ہوتی ہیں۔ تو یہاں فرمایا گیا کہ کافر ایک دوسرے کے حلیف ہیں۔ مسلمان بھی ایک دوسرے کے حلیف ہیں۔ لیکن جو اہل ایمان ہجرت نہیں کرتے وہ دوسرے مسلمانوں کے حلیف نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کا شمار انہی کافروں کے ساتھ ہو گا جن کے ہاں وہ رہ رہے ہیں۔ البتہ اگر وہ اُس قبیلے کے خلاف مسلمانوں سے مدد طلب کریں جن کے ساتھ تمہارا کوئی معاہدہ نہ ہو تو پھر تمہیں اُن کی مدد کرنا ہو گی۔ آخر میں واضح فرما دیا کہ اگر تم ان چیزوں کی پابندی نہیں کرو گے تو پھر زمین میں فتنہ پھیلے گا اور بڑی بدامنی پیدا ہو گی۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

حافظ قرآن کو نصیحت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ((اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ)) (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’صاحب قرآن (حافظ) کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی سی ہے، اگر اس کو دہراتا رہے گا تو یہ سینوں میں ٹکا رہے گا اور اگر پڑھنا پڑھانا چھوڑ دے گا تو یہ نکل جائے گا یعنی بھول جائے گا۔‘‘

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اب غلطی کی گنجائش نہیں!

آدمیت کا آغاز ہی خطا کاری سے ہوا، شاید اسی لیے اُسے انسان کہتے ہیں جو نسیان سے نکلا ہے اور جس کا لغوی معنیٰ بھولنے والا ہے۔ قصہء آدم وابلیس اِس کی مثال ہے لیکن اللہ رب العزت کی سنت یہ رہی ہے کہ اُس کا غضب خطا پر نہیں، خطا پر اصرار کرنے سے بھڑکتا ہے۔ اسی قصہ میں دیکھ لیجئے، آدم علیہ السلام نے خطا کے بعد اپنی اور اماں حوّا کی طرف سے یہ دعا مانگی: (ترجمہ) ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہماری مغفرت نہ کی اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے''۔ تو آپؑ کو نہ صرف معافی ملی بلکہ اعلیٰ ترین اعزاز سے نوازے گئے۔ اس کے برعکس ابلیس لعین نے اپنی برتری پر اصرار کیا تو جہنم اُس کا مقدر ٹھہرا۔ آدم سے ایں دم تک انسانی تاریخ پر نگاہ ڈالیں، انسانوں کو وقتی آزمائش سے گزارنا بالکل دوسری بات ہے لیکن غضبِ الٰہی صرف اُسی وقت بھڑکا، تباہی و بربادی انسانوں، گروہوں، قبیلوں، ملکوں اور سلطنتوں کا مقدر اس وقت بنی جب وہ گناہ پر مُصر ہوئے اور رجوع سے انکار کیا۔ پھر اللہ رب العزت کی سنت یہ بھی ہے کہ وہ کسی بڑی عبرت ناک اور نام ونشان مٹا دینے والی سزا سے پہلے چھوٹی سزائیں دے کر اور کچوکے لگا کر جھنجھوڑتا ہے۔ بالفاظِ دیگر آسمان سے پلٹو، باز آجاؤ اور رجوع کرو کی مسلسل صدائیں آتی رہتی ہیں۔ انسانی تاریخ کے مختلف ادوار میں اس کے لیے مختلف ذرائع اور طریقے اختیار کیے گئے۔ بالآخر فیصلہ سنا دیا جاتا ہے اور سنتُ اللہ ہمیشہ یہ رہی ہے کہ وہ مالکِ کائنات رجوع کرنے والوں کے لیے توّاب اور گناہ پر اصرار کرنے والوں کے لیے جبّار اور قہار ثابت ہوا۔

آج پاکستان شمسی لحاظ سے تریسٹھ اور قمری لحاظ سے پینسٹھ برس کا ہونے کو ہے لیکن مسلمانانِ پاکستان کسی لحاظ سے بھی اپنے ہدف نفاذِ اسلام کی طرف پیش رفت نہ کر سکے۔ لہٰذا آج اُنہیں دینی اور دنیوی دونوں لحاظ سے پسپائی اور شکست خوردگی کا سامنا ہے۔ ہم انجام بد بلکہ بدترین کی طرف کیوں بڑھ رہے ہیں، اس کے اسباب کیا ہیں، اس کا ذمہ دار کون ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی قبر کو نور سے بھر دے، اُنہیں کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے۔ وہ دوٹوک، بے لاگ اور نتائج کی پروا کیے بغیر اپنا مؤقف بیان کرنے کے حوالہ سے بہت معتوب تھے۔ اس سوال کے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ یوں تو پاکستان کا ہر مسلمان شہری اس کا ذمہ دار ہے لیکن پاکستان کے اسلامی فلاحی ریاست میں تبدیل نہ ہونے کی اصل اور حقیقی ذمہ دار پاکستان کی اسلامی جماعتیں ہیں۔ البتہ وہ یہ تسلیم کرتے تھے کہ الحادی قوتوں نے پاکستان کو سیکولرازم کی طرف دھکیلنے کی جتنی کوشش کی ہیں، اُس حوالہ سے پاکستان کی اسلامی جماعتیں مضبوط دفاعی لائن ثابت ہوئی ہیں۔ یعنی پاکستان کی اسلامی جماعتیں اسلام کی طرف پیش قدمی کے حوالہ سے تو بُری طرح ناکام رہیں لیکن سیکولر قوتوں کو پاکستان میں من مانی کرنے سے روکنے میں وہ جزوی طور پر کامیاب رہیں۔

آج پاکستان کی مثال ایک ایسی گاڑی کی مانند ہے جو ڈرائیور کی نالائقی اور نااہلی کی وجہ سے بے قابو ہو چکی ہے۔ اس گاڑی کی کوئی کل درست نہیں اور وہ کسی وقت بھی کھائی میں گر سکتی ہے۔ اگرچہ کچھ لوگ اور جماعتیں گلا پھاڑ پھاڑ کر بچاؤ بچاؤ، آگے بڑھو اور بچاؤ کی آوازیں لگا رہی ہیں، لیکن بڑی اکثریت کانوں میں روئی دیئے ذاتی اور گروہی مفادات کی لوٹ مار میں مصروف ہیں۔ جس کی تفصیل میں جانے سے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اس وقت جبکہ مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے ہیں، کسی ایک روز بھی سورج

تا خلافت کی بنا'' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — 2 تا 8 رجب المرجب 1431ھ — 15 تا 21 جون 2010ء — شمارہ 24

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اچھی خبر لے کر پاکستان کی سرزمین پر طلوع نہیں ہوتا۔ کسی طرف سے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا نہیں آتا۔ وہ جہاز جس پر پاکستان کا نام لکھا ہے سمندری تھپیڑوں کی زد میں ہے۔ اُس کے تختے ٹوٹ چکے ہیں اور پانی اندر داخل ہو چکا ہے۔ لیکن عرش پر براجمان ایلیٹ سمجھ رہی ہے کہ صرف نیچے والے ڈوبیں گے، ہماری جان و مال کو خطرہ ہوا تو یورپ اور سوئٹزر لینڈ پرواز کر جائیں گے جہاں پناہ گاہیں تیار ہیں۔ جبکہ ہماری رائے ہے کہ طوفان کا رخ اب بھی موڑا جا سکتا ہے۔ سمندر کا سینہ چیر کر ہم اب بھی ساحل تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس ڈوبتے ہوئے سفینے کو بچانے کے لیے ہم یوں تو پاکستان کے ہر شہری کو پکاریں گے لیکن ماضی کے مایوس کن تجربات کے باوجود ہماری اصل مخاطب پاکستان کی مذہبی جماعتیں ہیں۔ اس لیے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ نفاذِ اسلام کے نسخۂ کیمیا کے سوا کوئی اور راستہ، ذریعہ یا طریقہ ایسا ہے جو اس ڈوبتی ناؤ کو بحفاظت کنارے لگا سکے۔ ہم اِن مذہبی جماعتوں سے صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ اگر اب بھی وہ کرسی ممبری کے چکر میں پڑے رہے، اگر اب بھی وہ اسلام کو اقتدار کے حصول کے لیے بطور سیڑھی استعمال کرنے کی کوشش میں رہے، اگر اب بھی وہ خالی نعروں سے سیکولر عناصر، ملحدوں اور دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرنے کے خواہشمند رہے تو پھر اسلام کے اس قلعہ کی دیواروں میں شگاف ڈالنے کے ہم خود ذمہ دار ہوں گے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حالات کی نزاکت کا اندازہ لگاتے ہوئے مذہبی جماعتیں فقہی اور مسلکی اختلافات کو ایک طرف رکھتے ہوئے اپنی انا کو سرنگوں کرتے ہوئے اور قیادت کی خواہش سے دستبردار ہوتے ہوئے وطن عزیز میں اسلام، جسے اللہ نے اپنا پسندیدہ دین قرار دیا ہے، کے نفاذ کو یک نکاتی ایجنڈا بنا کر ایک متحدہ پریشر گروپ بنائیں۔ ایک نعرہ ہو، صرف ایک نعرہ کہ ہم اللہ اور رسول ﷺ کا نظام چاہتے ہیں۔ ہم قرآن اور سنت پر مبنی نظام چاہتے ہیں۔ کسی سے کوئی جھگڑا نہیں، کسی سے کوئی لڑائی نہیں لیکن نفاذِ اسلام پر کوئی سمجھوتا نہیں۔ اسی بنیاد پر کارکنوں کی تربیت کی جائے کہ وہ اپنی ذات پر بھی اسلام نافذ کریں گے اور پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے اپنا تن من دھن نچھاور کریں گے۔ ہم اس ڈوبتے جہاز کے ماتھے پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا انقلابی نعرہ کندہ کر کے اِسے اس قابل بنا دیں گے کہ یہ طوفانوں کا رُخ موڑ دے۔ باغی لہروں کو سمع وطاعت کا خوگر بنا دے۔ ربِ ذوالجلال کی قسم! یہ راستہ اختیار نہ کیا گیا تو انجام تو نوشتۂ دیوار ہے۔ فضا میں موجود گدھ کسی بیمار کے لاشے میں تبدیل ہو جانے کے لیے بے تابی سے منتظر ہیں۔ غلطی کی اب کوئی گنجائش نہیں، حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ بیلٹ کے ذریعے صرف چہرے بدلتے ہیں نظام نہیں بدل سکتا۔ اگر اب بھی ہم نے کرسی اور ممبری کے لیے اصرار جاری رکھا اور اسلام کو محض نعرے کے طور پر استعمال کیا تو اللہ اپنا آخری فیصلہ صادر کر دے گا۔ حالات و قرائن یہی بتا رہے ہیں۔ واللہ اعلم

بیابہ مجلس اسرار

نظامِ خلافت کے خدوخال واضح کرنا ضروری ہے

ہمارے لیے سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ نظامِ خلافت کیا تھا جو محمد عربی ﷺ کے ذریعے قائم ہوا؟ ہم صرف لفظ ''خلافت'' ہی کی تکرار کرتے رہیں اور نظامِ خلافت کی وضاحت نہ ہو تو ظاہر بات ہے کہ معاملہ آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ ہمیں دنیا کے سامنے واضح کرنا ہوگا کہ وہ نظامِ خلافت ہے کیا جو ہمارے پیشِ نظر ہے۔ پھر اس میں روحِ عصر کے تقاضوں کو بھی شامل کرنا ہوگا، اس لیے کہ حالات میں بڑی تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ اب جہاں یہ ضروری ہے کہ روحِ دین برقرار رہے اور روحِ خلافت بھی قائم رہے، وہاں یہ لازم ہے کہ عصر حاضر کے تقاضے بھی اس کے اندر سمو دیے جائیں۔ میں اپنی اس بات کو ایک مثال کے حوالے سے واضح کرنا چاہتا ہوں۔ ایک دَور وہ تھا جب نوعِ انسانی بادشاہت کے علاوہ کسی اور طرزِ حکومت کو جانتی نہیں تھی تو اُس زمانے میں خلافت بھی بادشاہت ہی کی شکل میں تھی۔ حضرت داؤدؑ بادشاہ ہی تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ﴾ (سورۃ ص:26) لیکن حضور ﷺ کے زمانے میں یہ خلافت مسلمانوں کی ایک مشترکہ متاع بن گئی، اسے اجتماعی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اب مسلمانوں کو خود اپنے میں سے کسی فرد کو خلیفہ چننا ہے۔ اب خلافت نہ نسلی بنیادوں پر قائم ہوگی اور نہ ہی وراثت میں منتقل ہوگی۔ بنواُمیہ اور بنوعباس کے زمانے میں حکومت کا معاملہ جب نسل اور وراثت کے حوالے سے طے ہونے لگا تو یہ نظام نظامِ خلافت نہ رہا، بلکہ ملوکیت میں تبدیل ہو گیا۔ چنانچہ اگر ہم دنیا میں پھر سے خلافت کا نظام قائم کرنے چلے ہیں تو اس کی وضاحت ضروری ہے کہ اس کے اصول کیا ہوں گے۔ اگرچہ اس پہلو سے اس میں بعض علمی باتیں بھی آتی ہیں، پھر بھی ہمیں ان سب باتوں کو سمجھنا ہے تا کہ پہلے خود ہمارے، ہمارے ساتھیوں اور احباب کے ذہن صاف اور واضح ہوں، تبھی ہم دوسرے لوگوں کے خدشات بھی دور کر سکیں گے، تبھی چراغ سے چراغ روشن ہوگا۔

امریکہ مسلمانوں پر جتنا ظلم کر رہا ہے، اُن میں اتنی ہی بیداری اور جذبہ جہاد پیدا ہو رہا ہے

عراق پر قبضہ گریٹر اسرائیل کے قیام کے سلسلہ کی کڑی ہے

بھارت مذاکرات کے نام پر ٹائم گین کرتا ہے، اور اس دوران پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی تدابیر کرتا ہے

صیہونی وصلیبی طاقتیں نیو ورلڈ آرڈر کے عنوان سے پوری دنیا پر شیطانی نظام مسلط کرنا چاہتی ہیں

کفرانِ نعمت کی وجہ سے اللہ نے ہمیں بھوک اور خوف کے عذاب میں مبتلا کر دیا

انتخابات کے راستے اسلام نہیں آسکتا، اس کے لیے انقلابی جدوجہد اور منظم عوامی احتجاجی تحریک برپا کرنے کی ضرورت ہے

امریکی دباؤ پر شمالی وزیرستان میں آپریشن خودکُشی ہوگی!

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید سے 'ندائے ملت' کا انٹرویو

گزشتہ ہفتے ہفت روزہ "ندائے ملت" لاہور کے ایڈیٹر محمد انیس الرحمٰن نے ملی اور عالمی حالات اور ملک کی موجودہ صورتحال کے حوالے سے امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید سے انٹرویو کیا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی وفات کے بعد امیر تنظیم کا کسی رسالے کو یہ پہلا مفصل انٹرویو ہے، جس میں انہوں نے تنظیم اسلامی کی فکر کے اعادہ کے ساتھ ساتھ ملکی اور عالمی حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ یہ انٹرویو مذکورہ رسالے کی اشاعت 27 مئی تا 2 جون 2010ء میں شائع ہوا، جسے اب قارئین ندائے خلافت کے افادہ کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

ندائے ملت: ڈاکٹر صاحب کی رحلت کے بعد تنظیم اسلامی کی ذمہ داریاں بھی آپ کے کندھے پر آ گئی ہیں۔ آپ اس سے کیسے عہدہ برآں ہوں گے؟ اب چونکہ ان کا مشن آپ نے چلانا ہے، آپ کے ذہن میں کیا خاکہ ہے؟

حافظ عاکف سعید: آپ کا سوال نہایت حساس اور اہم ہے۔ والد صاحب کی ساری زندگی دین اسلام کی خدمت میں بسر ہوئی۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ میری فکری رہنمائی کا فریضہ انجام دیا بلکہ قرآن وسنت کا حقیقی پیغام بھی پہنچایا۔ اس پیغام کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی اس زمین پر اللہ کا نظام نافذ کرنے کی جدوجہد اور اللہ تعالیٰ کا پیغام دنیا تک پہنچانا بھی ہماری بنیادی دینی ذمہ داری ہے۔ مسلمان پر اوّلین فرض یہ ہے کہ خود دین پر عمل کرے۔ لیکن اتنا ہی کافی نہیں بلکہ اُسے رب کی دھرتی پر اس کا نظام نافذ کرنے کے لیے جدوجہد بھی کرنا ہوگی۔ پاکستان تو بنا ہی اسلام کے نام پر ہے۔ جب تک ہم یہ جدوجہد نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ کی نظروں میں مجرم ہوں گے۔ یہ وہ پہلو ہے جو لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ انگریزوں کی طویل غلامی کے بعد برصغیر کے مسلمانوں نے شاید یہ سمجھا ہے کہ ریاستی سطح پر ہم پر کوئی بھی نظام ہو، اس کے تحت اپنی ذاتی زندگی میں ہم دین پر جتنا عمل کر سکیں، وہ ہمارے لیے کافی ہے۔ عوام کا عام تصور یہی ہے اور بدقسمتی سے اسی کو منبر ومحراب سے بھی بالعموم سپورٹ کیا جاتا ہے۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ ہم تو بخشے ہوئے لوگ ہیں۔ گویا ہمیں دین میں پورے داخلے کی ضرورت نہیں۔ یہ بڑی خوفناک صورتحال ہے۔ والد صاحب سمجھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ فکری حوالے سے انہوں نے بتایا کہ یہ دین ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس کا ایک انفرادی پہلو ہے اور ایک اجتماعی پہلو جو سیاسی، سماجی اور معاشی پہلوؤں کو محیط ہے۔ اس کے بعد والد صاحب مرحوم نے غلبۂ دین کی دینی ذمہ داری پر عمل کرنے کے لیے سیرت طیبہ سے عملی رہنمائی اخذ کر کے قوم کو سمجھا دیا کہ یہ ہے عملی راستہ۔ برسہا برس انہوں نے ایک قافلہ تشکیل دینے میں صرف کر دیئے، تاکہ ایک حزب اللہ وجود میں آئے۔ اس حزب اللہ کی تشکیل کے لیے انہوں نے قرآن وسنت سے رہنمائی حاصل کی اور بتایا کہ یہ حزب اللہ کس طرح دین کو غالب کرے گی۔ حزب اللہ کی جدوجہد میں پہلے تیاری اور پھر تصادم کا مرحلہ ہے۔ تیاری تین مراحل میں ہے، جن کا حاصل یہ ہے دعوت کے نتیجے میں انقلابی نظریہ، فکر وفلسفہ کو قبول کرنے والوں کا ایک تربیت یافتہ اور منظم جماعت کی شکل میں وجود میں آ جانا۔ ان ابتدائی مراحل کے دوران صبر محض یعنی (Passive Resistance) کے اصول پر سختی کے ساتھ کاربند رہنا ضروری ہے۔ بعد ازاں تصادم اور ٹکراؤ کا مرحلہ آتا ہے۔ ہمارے ہاں اکثر دینی جماعتیں انتخابی راستے پر گامزن ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ ہم الیکشن لڑیں اور پھر جیت کر اقتدار میں آ جائیں اور پارلیمنٹ میں اپنی اکثریت کے بل بوتے اسلامی نظام نافذ کر دیں گے۔ مگر محترم والد صاحبؒ کی 1957ء سے یہ رائے آن دی ریکارڈ ہے کہ پاکستان میں چونکہ جاگیرداری سسٹم ہے، یہاں تعلیم کی انتہائی کمی ہے، خاندانی برادری سسٹم خاصا مضبوط ہے۔ لہٰذا یہاں پر الیکشن یا جمہوریت کے ذریعے اسلام نہیں آسکتا۔ اس راستے میں جو محنتیں ہو رہی ہیں، وہ ضائع ہو رہی ہیں۔ اس کے برعکس دوسرا راستہ، عام طور پر لوگوں نے گولی (Bullet) کا راستہ سمجھ لیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان دونوں راستوں کے برعکس آج کے دور میں تمدنی ارتقاء نے ہمارے لیے یہ موقع پیدا کر دیا ہے کہ عوامی احتجاجی تحریک کے ذریعے اپنے مطالبات

منوائیں۔ جدید ریاست عوام کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ اپنے حقوق کے لیے نکلیں اور اپنے مسائل حل کرائیں، البتہ توڑ پھوڑ نہ ہو، املاک کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ آپ دھرنا دیں، جیسا کہ جماعت اسلامی دھرنے دیتی ہے۔ وکلاء کے دھرنوں کے نتیجے میں عدلیہ بحال ہوئی۔ موجودہ دور میں اسلامی انقلاب کے آخری مرحلے کے طور پر یہی طریقہ مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ والد محترم نے یہ فکر ایرانی انقلاب کے بعد دی اور اس کو عام کیا۔ انقلابی جدوجہد کا آغاز اس سے ہو کہ سب سے پہلے ایک حزب اللہ بنے جو شریعت کی پابند ہو اور اس کے لیے جان دینے کا عزم رکھتی ہو، جو ایک امیر کے حکم پر رکے یا چلے، ڈسپلن کی پابند ہو۔ دعوت کا کام بڑے پیمانے پر کیا گیا ہو، جب جماعت تیار ہو جائے تو پھر نفاذ اسلام کے لیے منظم احتجاجی تحریک برپا کی جائے، دھرنا دیا جائے اور حکمرانوں سے یہ مطالبہ ہو کہ قرآن وسنت کا نظام نافذ کرو، منکرات کا خاتمہ کرو، سودی نظام ختم کرو۔ ورنہ ہم یہاں سے نہیں اُٹھیں گے۔ ایران میں جو انقلاب آیا، آپ نے دیکھا کس طرح عوام اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حال ہی میں کرغزستان اور وینزویلا میں عوامی تحریک سے بڑے بڑے تختے الٹے گئے ہیں۔ ہمارے ہاں دینی جماعتوں نے جمہوریت کے لیے تحریکیں چلائیں اور دھرنے بھی دیئے مگر افسوس کہ اہل دین نظام شریعت کے نفاذ کے لیے نہیں نکلے۔ ڈاکٹر صاحب اس طرف توجہ دلاتے رہے۔ اسی مقصد کے لیے انہوں نے تنظیم اسلامی بنائی اور اسے عملاً چلایا۔ تو پہلا مرحلہ جیسا کہ کہا گیا دعوت اور حزب اللہ کی تیاری ہے۔ اس کے بعد تصادم (موجودہ دور میں عوامی احتجاجی تحریک) ہے۔ ہمیں یہ سبق مکی اور مدنی ادوار میں ملتے ہیں۔ مکی دور میں حزب اللہ کی تیاری ہو رہی ہے کہ کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھانا، زبان سے بات کرو، حق کا اعلان کرو، مار کھانا پڑتی یا گالیاں سننا پڑتی ہیں تو برداشت کرو، بلکہ گالی کا جواب گالی میں دینے سے بھی منع فرمایا گیا۔ یہ مکی دور ہے یعنی پہلا مرحلہ۔ جب حزب اللہ اس قابل ہو جائے کہ نظام کو بدلنے کی طاقت رکھتی ہو تو پھر جہاد کے لیے میدان میں نکل آئے، مگر اس کے لیے اسلام کے سچے وفادار منظم لوگوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ اسلام آباد پر شریعت کا پرچم لہرانا چاہتے ہوں تو پہلے اپنے آپ پر شریعت نافذ کریں۔ اسلامی انقلاب کے لیے وہی لوگ تحریک برپا کریں، جو خود نظم وضبط اور شریعت کے پابند ہوں۔ انقلاب کے لیے خون تو دینا پڑے گا مگر وہ کسی کلمہ گو کا خون نہ بہائیں البتہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے شریعت کا نفاذ چاہیں۔ اسی نظریئے کی بنیاد پر والد مرحوم نے تنظیم چلائی۔ آج سے آٹھ سال قبل جب ان پر بیک وقت متعدد عوارض اور بیماریوں کا حملہ ہوا اور سفر کی صعوبت ان پر بھاری ہوگئی تو انہوں نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ تنظیم کی امارت کی ذمہ داری مجھے سونپ دی، مگر تبلیغ ودعوت کا کام جاری رکھا بلکہ اپنی تمام تر توجہ دعوت پر مرکوز کردی۔ گزشتہ آٹھ سال ان کی نگاہوں کے سامنے ان کا یہ قافلہ چلا۔ انہیں یقین تھا کہ یہی قافلہ درست سمت میں محو سفر ہے۔ انہیں توقع تھی کہ پاکستان میں ہی نہیں پوری دنیا میں قرآن وسنت کا نظام نافذ ہوگا۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ان کے راستے پر چلتے ہوئے ان کے مشن کو پورا کریں اور تبلیغ ودعوت کے کام کو بڑے پیمانے پر کریں۔ ہمیں اپنی ذات پر بھی اسلام نافذ کرنا ہے اور معاشرے پر بھی۔ والد محترم اس حوالے سے مطمئن تھے کہ موجودہ تنظیمی قیادت ان کے مشن کے لیے اطمینان بخش طور پر سرگرم عمل ہے۔

ندائے ملت: موجودہ دور کے عالمی، سیاسی ومعاشی حالات میں آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟ کیا ایسے میں خلافت کا قیام ممکن ہے؟ کیا خلافت کے لیے حالات موافق ہیں؟

حافظ عاکف سعید: خلافت کے قیام کے لیے بہت زیادہ تیاری کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ مغربی تہذیب کا جس قدر دباؤ ہے، اُس کے نتیجے میں مادہ پرستانہ سوچ مسلمانوں کے ذہنوں پر طاری ہو چکی ہے۔ دنیا داری اور دنیا پرستی ہم مسلمانوں کے خون میں سرایت کر چکی ہے، جس سے متعلق علامہ اقبالؒ نے ابلیس کی زبان سے کہلوایا تھا ؎

جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں

لہٰذا اس کے لیے بڑے پیمانے پر اور مستقل طور پر دعوت کا کام کرنا ہوگا۔

تاہم مغرب کے ظلم وناانصافی کے ردعمل میں مسلمانوں نے اب بیدار ہونا شروع کر دیا ہے۔ ہمیں کچھ احساس ہونے لگا ہے کہ مسلمان ہونے اور رسول عربی ﷺ کے امتی ہونے کے ناطے ہم پر کچھ ذمہ داری بھی ہے۔ پہلے تو مسلمان صرف کھانے پینے میں مگن تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ دنیا میں ہمیں شاید صرف اسی لیے بھیجا گیا ہے کہ دنیا بناؤ، دنیا کماؤ ؎ بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی حیثیت کو پہچانیں۔ ہم مسلمان اس وقت زمین پر اللہ کی نمائندہ اُمت ہیں۔ ہمیں تو دنیا والوں کے لیے نمونہ بننا ہے۔ پوری دنیا میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ کو انجام دینا ہے۔ اس لیے کہ اب کوئی نبی یا رسول اصلاح کے لیے نہیں آئے گا۔ قرآن مجید کا پیغام گھر گھر پہنچانے کی ذمہ داری مسلمانوں پر ہے۔ بھولے ہوئے مسلمانوں کو ان کا سبق ہم ہی نے یاد دلانا ہے۔ امریکہ جتنا ظلم کرتا ہے، عدل وانصاف کی دھجیاں بکھیر رہا ہے، اتنا ہی مسلمانوں میں بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ طالبان افغانستان نے امریکی واتحادی جارحیت کے جواب میں بے مثال استقامت کا مظاہرہ کیا اور اللہ پر توکل اور اس کے بھروسے پر جہاد کیا۔ ان پر پوری دنیا حملہ آور ہوئی مگر انہوں نے اُس کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے، شکست تسلیم نہیں کی۔ آٹھ سال ہوگئے ہیں مگر وہ بدستور ڈٹے ہوئے ہیں۔ اب امریکی بھی سمجھ گئے ہیں کہ جس جہاد کو وہ کچلنا چاہتے تھے وہ جہاد اب پورے عالم اسلام کا مضبوط ادارہ بن چکا ہے۔ دعوت کے ساتھ ساتھ افغان طالبان کے جہاد نے جو تاریخ رقم کی ہے اس سے بہتری آ رہی ہے، اور ہم اپنی اس منزل کے قریب ہوگئے ہیں۔ خلافت کا مقصد تو یہی ہے کہ اسلام کی سربلندی ہو۔ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ کیا جائے۔ قانون تو اللہ کا ہی چلے گا۔ مسلمان کا کام اس کے نائب کی حیثیت سے اس کا نظام قائم کرنا ہے۔

آج دنیا میں 57 مسلم ممالک موجود ہیں، مگر کتنی افسوس کی بات ہے کہ کسی ایک میں بھی اسلامی نظام نافذ نہیں ہے۔ سعودی عرب میں اگرچہ چند شرعی سزائیں نافذ ہیں، مگر ان سزاؤں کے علاوہ عملاً کوئی اسلامی نظام رائج نہیں۔ بہرحال اسلام کا احیاء ہوگا اور بالآخر خلافت کا سورج ضرور طلوع ہوگا کہ اس کی پیشین گوئیاں صحیح احادیث میں موجود ہیں اور آخر کار عالمی خلافت قائم ہوگی۔ ان شاء اللہ

ندائے ملت: پاکستان آج کرپشن، لاقانونیت اور بے اطمینانی میں مبتلا ہے۔ اس ذلت ورسوائی کا سبب کیا ہے؟

حافظ عاکف سعید: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آج تک ہمیں اچھی قیادت میسر نہ آئی۔ بہت سے لوگ سارا بوجھ برسراقتدار طبقے پر ڈال دیتے ہیں کہ یہ لوگ اس تباہی وبربادی کے ذمہ دار ہیں، عوام تو بڑے صاحب ایمان اور اسلام کے سچے شیدائی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حالات کی خرابی کی بہت بڑی ذمہ داری یقیناً حکمران طبقات پر عائد ہوتی ہے، مگر یہ کہہ کر ہم اپنے آپ کو بری الذمہ نہیں کر سکتے۔ اس کی ذمہ دار پوری قوم ہے۔ ہمارے حالات ہمارے اجتماعی جرائم کی سزا ہیں۔ یہ ہم پر عذاب

کی صورت ہے۔ ماضی میں جن قوموں نے کفرانِ نعمت کیا، وہ برباد ہوگئیں۔ ہم مسلمانانِ پاکستان پر اللہ تعالیٰ نے بڑی مہربانیاں کیں۔ برصغیر میں ہم مسلمانوں کو معجزانہ طور پر یہ ایک علیحدہ خطہ عطا کیا۔ ہم ہندو اور انگریز کی دوہری غلامی میں تھے۔ آزادی ملنا محال تھا۔ اس کے باوجود پاکستان بننا، یہ اس کا انعام و اکرام ہے۔ پھر کیا نہیں ہے اس ملک میں؟ مگر قیامِ پاکستان کے بعد ہم نفاذِ اسلام کے اپنے وعدے سے مکر گئے۔ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں اسلام کا نظام نافذ نہ کیا، جس کی ہمیں سزا مل رہی ہے۔ 65 سال میں ہم یہاں پر شریعت نافذ کرنے میں ناکام ہیں۔ اس کی ذمہ داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے، اس لیے کہ ہم سب مسلمانوں نے دین سے بے وفائی کی۔ ہمیں دین و شریعت سے کوئی غرض نہیں رہی، ہم لوگوں کو صرف پیسہ چاہیے، اپنی پرآسائش زندگی کے لیے۔ ہمیں تو دنیا میں روشنی کا مینار بن کر دکھانا تھا۔ مگر جب یہ خطہ مل گیا تو سب دنیاداری میں پڑ گئے۔ خواتین بے پردہ ہوگئیں۔ دنیا پرستی ہمارا شعار بن گئی۔ ہماری ناشکری اور دین سے غداری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں خوف اور بھوک کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔ اور یہ وہ جرم ہے جس کی پوری قوم مرتکب ہوئی ہے۔ یہ نہیں ہوا کرتا کہ کسی ایک فرد کے جرم پر اللہ تعالیٰ پوری قوم پر عذاب نازل کر دے۔ یہ صرف حکمران طبقے کا جرم نہیں ہے، البتہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حکمران طبقہ اس کا سب سے بڑھ کر ذمہ دار ہے۔ بہرحال پوری قوم کے اجتماعی جرائم کی سزا ہمیں مل رہی ہے۔ سابقہ امت مسلمہ بنی اسرائیل پر بھی بدعہدی اور دین سے غداری کی وجہ سے عذاب آتا رہا۔ ہم بھی یہی جرم کرتے آ رہے ہیں۔ شریعت مل گئی مگر اسے نافذ نہیں کیا۔ دین داری کے پردے میں دنیا بنا رہے ہیں۔

دین کے ساتھ ہماری غداری کا ایک اہم ثبوت یہ ہے کہ سود کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر سود نہیں چھوڑتے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ جبکہ ہمارا پورا معاشی نظام سود پر قائم ہے۔ ہم مسلسل سود کو ہی فروغ دے رہے ہیں۔ ہمارے ہاں الٹی گنگا بہتی ہے۔ انڈسٹری لگانی ہو تو سود پر قرضہ مل جاتا ہے۔ سہولتیں بھی دے دی جاتی ہیں۔ لیکن اگر اپنی رقم سے کوئی انڈسٹری لگانی ہو تو حکومت کوئی سہولت نہیں دیتی۔ اس کا ذمہ دار حکمران طبقہ ہی نہیں ہم سب ہیں۔ بنک میں پیسہ جمع کرانا اور پھر سود کے ساتھ منافع حاصل کرنا یہ کیا ہے؟ اگر پوری قوم ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محاذ آرائی پر تلی ہو تو پھر اللہ کی مدد کیسے آئے گی اور رحمت کہاں سے ہوگی۔ یہ دو وجوہات ہیں جس کے سبب ملک سے برکت اُٹھ گئی ہے۔ ملک پر وہی برطانوی نظام نافذ ہے جو 65 سال پہلے نافذ تھا۔ اس کا علاج یہ ہے کہ قوم اپنا قبلہ درست کرے، اپنے جرائم سے توبہ تائب ہو۔ جب تک ہم اجتماعی طور پر اپنے جرائم کی معافی نہیں مانگیں، یہ سزا کم نہ ہوگی۔ سادہ لفظوں میں کہتا ہوں کہ ہم سب اللہ کو مانتے ہیں، اس کے رسول ﷺ کو مانتے ہیں مگر نہ اللہ کی مانتے ہیں اور نہ اس کے رسول ﷺ کی۔ جس دن ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے اصول پر عمل کریں گے، پاکستانی قوم دنیا کی مضبوط ترین قوم ہوگی۔ ہماری عزت و کامرانی اور سربلندی تب ہوگی جب اللہ کی رحمت ہمارے شاملِ حال ہو مگر آج نہ اللہ کی رحمت ہے اور نہ نصرت۔ یہی وجہ ہے کہ ہم رسوا ہو رہے ہیں۔ جب تک ہم اپنا قبلہ درست نہ کریں گے، بڑی تبدیلی کی توقع فضول ہے۔ جب پرویز مشرف رخصت ہوا تو میں نے کہا تھا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب کی ایک صورت تھی۔ لیکن اُس کے جانے سے عذاب سے نجات نہیں مل جائے گی بلکہ جب تک ہم نے اپنے اصل جرائم سے توبہ نہ کی، آئندہ بھی کسی خیر کی توقع نہ رکھیں۔ آپ دیکھ لیں، موجودہ عوامی حکومت کے دور میں مزید خرابیوں نے جنم لیا ہے۔ حالات روز بروز بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ دنیا میں کوئی بھی واقعہ رونما ہو جائے، پاکستان کو اس میں گھسیٹ دیا جاتا ہے۔ تازہ معاملہ فیصل شہزاد کا ہے جس کے ذریعے ہمیں گھیرا جا رہا ہے۔ امریکہ کے لیے ہم نے کیا کچھ قربانیاں نہیں دیں، یہاں تک کہ ہم نے امریکہ کو اپنا قبلہ بنایا۔ اس کے سامنے سجدہ ریز ہوئے۔ اپنی اقدار قربان کیں۔ اپنا نصابِ تعلیم تبدیل کر دیا۔ اس کے لیے اپنے دین کی شکل تبدیل کر دی۔ پرویز مشرف نے میراتھن ریس، روشن خیالی، سوفٹ امیج بنانے کے لیے اسلام کی ایسی تصویر پیش کی جس سے یقیناً یہود و نصاریٰ کو خوشی ہوئی ہوگی، مگر عملاً اسلام کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔ ہم نے اپنی فوج اور عوام کی قربانی دی۔ مگر امریکہ نے ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا اور ڈومور، ڈومور کی رٹ لگائے رکھی۔ یہ اللہ کا عذاب نہیں تو اور کیا ہے؟

ندائے ملت: بھارت جس نے کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے، پھر اس نے پاکستان کا پانی بھی روک رکھا ہے، کیا ایسے میں اس کے ساتھ مذاکرات کرنا فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس ہماری وزارتِ خارجہ امن مذاکرات کے لیے خاصی بے تاب نظر آتی ہے۔ اس حوالے سے آپ کی کیا رائے ہے؟

حافظ عاکف سعید: آپ کا سوال سن کر مجھے حدیث مبارکہ یاد آ گئی کہ کوئی مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ مذاکرات کے نام پر ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ ایک عرصہ سے جاری مذاکرات کے نتائج سامنے رکھ کر آپ اس سے نتیجہ اخذ کر سکتے اور آئندہ کے لیے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارت مذاکرات کے نام پر پاکستان سے ٹائم لے لیتا ہے اور اس دوران پاکستان کی جڑیں کھوکھلا کرنے کی تدابیر کرتا رہتا ہے۔ وہ اسرائیل کے ساتھ اندر سے ملا ہوا ہے۔ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم امریکہ کے حکم پر پہلے اس کے آگے جھکے، اب ہمیں ہندوستان کے آگے جھکایا جا رہا ہے۔ بلکہ ہم پہلے ہی ان کے آگے سرنڈر کر چکے ہیں۔ پرویز مشرف نے اپنے دور میں ساری باتیں انہی کی مانیں، مذاکرات تو دھوکہ ہے۔ اس کے سوا اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

ندائے ملت: آپ کے خیال میں اس وقت افغانستان میں امریکہ کی کیا پوزیشن ہے؟ کیا عملاً وہ شکست سے دوچار ہو چکا ہے؟ اگر امریکہ نکل جاتا ہے تو وہاں بننے والی حکومت اور پاکستان کے تعلقات کی نوعیت کیسی ہوگی؟

حافظ عاکف سعید: آپ نے بہت حساس سوال کیا ہے۔ ایک اعتبار سے دیکھا جائے تو امریکہ اور نیٹو خود اپنی شکست کا اعتراف کر چکی ہیں۔ واپسی کا ٹائم ٹیبل بھی امریکن صدر اوباما نے دے دیا ہے۔ بظاہر لگتا ہے کہ وہ واپسی کا کوئی باعزت طریقہ اور راستہ تلاش کر رہے ہیں، تاکہ اگر وہ یہاں سے نکلیں تو اُن کی رسوائی نہ ہو۔ تاہم میں نہیں کہہ سکتا کہ واقعی امریکہ اس سلسلے میں سنجیدہ بھی ہے یا نہیں یا یہ بھی اس کے سازشی انداز کا ہی حصہ ہو۔ ایک بات یقینی ہے کہ آٹھ سال میں مجاہدین افغانستان اور طالبان نے ثابت کر دیا کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کا سر نہیں جھکا سکتی۔ اس لیے کہ وہ ایک اللہ کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ اس صورتحال کے پیشِ نظر توقع کی جا سکتی ہے کہ بالآخر فتح طالبان کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔ امریکیوں نے سمجھا تھا کہ قندھار فتح ہو گیا تو ان کی فتح ہو گئی۔ مجھے یاد ہے کہ اس زمانے میں ڈاکٹر صاحبؒ نے غزوۂ احد کا حوالہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ وقتی طور پر بعض دفعہ مسلمانوں کو عزیمت اُٹھانا پڑتی ہے مگر یہ پسپائی عارضی ہوتی ہے۔ کوئی پتہ نہیں یہ پھر اُبھر کر آ جائیں۔ طالبان کے ساتھ یہی ہوا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ دشمن زمین پر سامنے نہیں آ رہا تھا، اوپر سے بمباری کر رہا ہے تو وہ شہریوں کو بچانے کے لیے قندھار

سے نکل کر پہاڑوں میں آ کر چھپ گئے، کیونکہ انہیں اس بات کا اندازہ تھا کہ دشمن شہریوں کو نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کرے گا۔ لیکن طالبان کی یہ پسپائی وقتی اور جنگی حکمت عملی کا حصہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ تمام جنگی حربوں اور چالوں کے باوجود اُن پر قابو نہیں پا سکا۔ برطانیہ نے بھی تو افغانستان پر قبضہ کیا تھا، مگر تاریخ شاہد ہے کہ بالآخر اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد روس بھی تو افغانستان میں آیا تھا۔ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا، یہ بھی ہمارے سامنے کا واقعہ ہے۔ اس دفعہ کی جنگ کا معاملہ مختلف ہے۔ اس دفعہ اکیلا امریکہ نہیں بلکہ تمام عالمی باطل قوتوں نے مل کر افغانستان پر چڑھائی کی ہے اور 57 مسلم ممالک کی حکومتیں بھی انہی کا حصہ ہیں۔ پوری دنیا ایک طرف اور دوسری طرف اکیلے افغان طالبان جو بے سروسامان ہیں۔ انہیں کسی طرف سے کوئی مدد نہیں مل رہی۔ اُن بے سروسامان لوگوں پر پوری دنیا کی جدید اسلحہ سے لیس افواج چڑھ آئی ہیں۔ لیکن طالبان نے ثابت کر دیا کہ ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ لڑتا ہے سپاہی

تباہ کن اسلحہ اور خوفناک جنگی آلات سے لیس شیطانی افواج کے مقابل آٹھ سال تک نہتے طالبان کا یوں کھڑے رہ جانا، یہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔ تاریخ انسانی میں حق و باطل کی قوتوں کے درمیان جنگی قوت کا اتنا بڑا فرق کبھی نہیں ہوا۔ اس کے باوجود طالبان مجاہدین کی کامیاب مزاحمت یہ پتہ دیتی ہے کہ طالبان ایک بار پھر برسر اقتدار آئیں گے۔ افغانستان کے جن لوگوں نے ماضی میں طالبان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، اب وہ بھی ان کی حکمرانی کے دور کے واقعات بیان کرتے ہوئے پچھتاوے کا اظہار کر رہے ہیں۔ جہاں تک پاکستان کا معاملہ ہے تو ہم نے پہلے بھی منافقانہ کردار ادا کیا اور اب بھی کر رہے ہیں۔ اگر افغانستان کے اندر سب سے زیادہ نفرت کسی سے کی جاتی ہے تو وہ پاکستان ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ پاکستان کے شہریوں نے چونکہ ہر دور میں طالبان کی مدد کی تھی، اس لیے وہ اسے کبھی نہیں بھولیں گے۔ ہمارے ہاں ڈرون حملوں کے خاتمے کی بات کی جاتی ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ ہم پر بزدلی اور بے حمیتی کی کیفیت طاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم سختی سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حملے روکے جائیں۔ یاد رکھیے، امریکہ کے دباؤ پر اگر ہم شمالی وزیرستان پر آپریشن کرتے ہیں تو یہ عملاً خودکشی ہوگی، اس لیے کہ وہ لوگ جو اسلام اور پاکستان کے سچے وفادار ہیں، ان کے دل ٹوٹ جائیں گے۔ فوج اور حکومت کے لیے ان کے دلوں میں نرم گوشہ ہے۔ اگر یہ ختم ہو گیا تو پھر ان کے زخم کو کوئی نہ بھر سکے گا اور اس کا انجام بہت خوفناک ہوگا۔

ندائے ملت: اسرائیل، فلسطینی علاقے میں اپنی بستیاں آباد کرتا جا رہا ہے اور مقبوضہ فلسطین کے نہتے عوام کو گولیوں کا نشانہ بنا رہا ہے۔ ایک طرف گریٹر اسرائیل کے قیام کے لیے اسرائیلی حکومت اقدام کر رہی ہے، دوسری طرف مسلمان ممالک کی بے حسی سب کے سامنے ہے۔ آپ اس حوالے سے کیا کہتے ہیں؟

حافظ عاکف سعید: گریٹر اسرائیل کے قیام کے لیے جو کچھ ہو رہا ہے، وہ سب کے سامنے ہے۔ عراق پر قبضہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ امریکہ کی پشت پر سوار ہو کر ہی اسرائیل ایسا کر رہا ہے۔ اس وقت عرب ممالک کی حکومتیں امریکہ کی جیب میں ہیں۔ عرب ورلڈ کے حکمران دنیاداری کا شکار ہیں۔ اس لیے ان ممالک کی بڑی کمزور حیثیت ہے۔ نوجوانوں کے اندر جذبۂ جہاد موجود ہے۔ وہ امریکہ اور اسرائیل کے ظلم و ناانصافی کو دیکھ رہے ہیں اور اپنی حکومتوں کی نااہلی اور سستی پر بھی نالاں ہیں۔ عرب قوم میں موجودہ جذبۂ حریت کے نتیجے میں عرب دنیا کی طرف سے شدید ردعمل سامنے آئے گا۔ پھر وہ جنگیں بھی ہوں گی جن کا تذکرہ احادیث کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کو شدید نقصان بھی ہوگا۔ مگر پھر انہی جنگوں کے نتیجے میں عالمی خلافت کا دور واپس آئے گا۔ اس وقت کے حالات پریشان کن اور مشکلات سے بھرپور ہیں، مگر یہ لاوا ضرور پھٹے گا، جس سے بالآخر اسلام کا ہی بول بالا ہوگا۔

ندائے ملت: نائن الیون کے بعد مغرب نے اسلام کے خلاف طرح طرح کا پروپیگنڈا کیا۔ اسلام کو انتہا پسند مذہب کے طور پر پیش کیا گیا۔ یہ بتایئے کہ امریکہ اور مغرب کو اسلام کے سیاسی افکار سے کیا خطرہ ہے۔ اسلام ظاہر ہے کہ اس کا اپنا معاشی و سیاسی نظام ہے، یہ لوگ اس سے کیوں اتنے خائف ہیں۔ کہیں یہ بات خلافت کی طرف تو نہیں آ جاتی؟

حافظ عاکف سعید: اسلام سے صرف شیطان کو خطرہ ہے اور مغرب دراصل شیطان کے ایجنٹ کا کام کر رہا ہے۔ یہ سیاسی اسلام کی اصطلاح کیوں آئی ہے؟ یورپ میں سب سے زیادہ مذہب کے ماننے والے عیسائی ہیں، یہودی بھی موجود ہیں، جو پہلے سے اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ یہود و نصاریٰ کو معلوم ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء دین کے غلبے کے لیے جنگیں لڑتے رہے ہیں۔ یہ ان کے دین کا حصہ ہے۔ دین ہمیشہ سے ایک رہا ہے۔ یہ پوری زندگی کا حصہ رہا ہے۔ ان لوگوں نے خود دین کو پرائیویٹ زندگی تک محدود کر دیا۔ وہ پال جو شیطان تھا، سینٹ کا روپ دھار کر آیا تھا، اس نے عیسائیت کا حلیہ بگاڑا۔ اس نے تثلیث کو متعارف کرایا۔ چنانچہ اب عیسائیت کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب یہود کے ساتھ ساتھ پوری عیسائی دنیا بھی شیطنت کی علمبردار ہے۔ وہ سیکولرازم کے بل بوتے پر اور نیو ورلڈ آرڈر کے عنوان سے پوری دنیا پر شیطانی نظام کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ بے حیا، مادر پدر آزاد معاشرے، یہ شیطان کا تسلط قائم کرنے کے مظاہر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر شخص ذاتی زندگی میں مذہب پر عمل کرے، مگر اجتماعی زندگی شیطانی نظام کے تحت بسر کی جائے۔ وہ کہتے ہیں اپنی نجی زندگی میں اپنی مرضی کے مذہب کو مانو مگر معاشرے پر نظام ہمارا رہے گا۔ اس میں شک نہیں کہ ان کے نظام نیو ورلڈ آرڈر کو اسلام کے سیاسی نظام سے خطرہ ہے۔ ظاہر ہے، اسلام شیطنت اور ظلم و ناانصافی کے نظام کو کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ بش نے تشویش کے لہجے میں کہا تھا کہ یہ القاعدہ والے انڈونیشیا سے مراکش تک نظام خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ نظام خلافت سے اس لیے خوفزدہ ہیں کہ یہ شیطانی نظام کے بخیئے ادھیڑ دے گا۔ شیطان کو دنیا میں صرف نظام خلافت سے چڑ ہے۔ وہ اسے اپنے راستے کی دیوار سمجھتا ہے۔ اس لیے اُس کے چیلے لوگوں کو روزمرہ معمولات میں مصروف رکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارا دین کہتا ہے کہ اللہ کے دین کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور اس کے دین کو نافذ کر دو۔ اسلام کا نظام ہی عادلانہ نظام ہے۔ مغرب کو اس کا پتہ ہے۔ اسے اسلام کے ارکان نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ مسجد جانے سے نہیں روکتا، لیکن ہماری اجتماعی زندگی پر وہ اپنا نظام قائم رکھنا چاہتا ہے۔ دنیا بھر میں بالخصوص مسلمان ممالک میں وہ اپنا سوشل نظام نافذ کرنا چاہتا ہے۔ افسوس کہ اس کے لیے ہم نے اپنے دروازے کھول دیئے ہیں۔ کیبل، انٹرنیٹ یہ اپنے آپ کو ان کے رنگ میں رنگنے کے لیے آئیڈیل چیزیں ہیں۔ آپ کے کرکٹرز کی اخلاقی زندگیوں کے بارے میں ایسا مواد چھپتا ہے جسے پڑھنے کے بعد ڈوب مرنے کو جی چاہتا ہے۔ وہ ایسی ننگی معاشرت قائم کرنا چاہتے ہیں، اور معاشی، سیاسی اور معاشرتی سطح پر اپنا ایسا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں جو انسانوں کو محض حیوان بنا کر رکھ دے۔ اِسی بنا پر نظام خلافت کو وہ اپنی موت تصور کرتے ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی علمائے دیوبند سے عقیدت اور توقعات

ضمیر اختر خان

ازروئے قرآن وحدیث اللہ تعالیٰ جب کسی انسان سے خیرو بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے دین کی سمجھ سے نواز دیتے ہیں۔ اُس شخص کی خوش نصیبی کا کیا ٹھکانہ ہوگا جو اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کرتے ہوئے ساری زندگی اس کی خدمت کرنے میں کھپادے۔ ڈاکٹر اسرار صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی خوش قسمت لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ نے قرآن فہمی سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا اور وہ دن رات اس کے بیان میں لگے رہتے تھے۔ وہ بلا مبالغہ ایک ایک مقام کا سوسو بار درس دیتے اور کبھی اکتاتے نہیں تھے۔

ڈاکٹر صاحب علمائے دیوبند سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور ان کے شاندار ماضی کی وجہ سے ان سے بہت توقعات وابستہ کیے ہوئے تھے۔ وہ ساری عمر اپنے آپ کو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا خوشہ چیں ثابت کرتے رہے اور اپنی فکری اساس کو شیخین (شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہما اللہ) کی فکر پر مبنی قرار دیتے رہے۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ بہ بانگِ دُہل اس امر کا اظہار کرتے رہے کہ وہ کوئی نئی فکر اور نیا فلسفہ نہیں پیش کررہے بلکہ یہ وہی فکر ہے جو اسلاف سے چلی آرہی ہے اور وہ اس کو جدید انداز واسلوب میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ لیکن شیخ الہند وشیخ الاسلام کے ورثاء میں سے سوائے جامعہ مدنیہ لاہور (مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وعملی میراث کے حاملین) اور مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے، اکابرین میں سے شاید ہی کسی نے محترم ڈاکٹر صاحب کو ان کی زندگی میں لائق اعتناء جانا ہو۔ البتہ اصاغر میں ایک اچھی خاصی تعداد ان کے فہمِ دین اور بیان وخطابت سے نہ صرف متاثر ہے بلکہ معترف بھی ہے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور آخر وقت تک علمائے دیوبند کے انتہائی معتقد رہے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی اس والہانہ عقیدت ومحبت کا اعتراف، ان کی رحلت کے بعد ہی سہی، حلقۂ دیوبند کے چیدہ علماء نے کسی درجے میں ان کا ذکرِ خیر کرکے کیا ہے۔ چنانچہ ''ضربِ مؤمن'' کے شمارہ 19 میں مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہ العالی کا مضمون متوازن انداز میں ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور کو خراجِ تحسین ''تیری یاد آئی تیرے جانے کے بعد'' کے مصداق سامنے آیا۔ اس سلسلے کا اب تک شاہکار کہلائے جانے کا مستحق مضمون مولانا قاری منصور احمد صاحب کا ہے جو ''ضربِ مؤمن'' شمارہ 20 میں ان کے مشہور کالم ''دریچہ'' کے تحت ''پسِ مرگ'' کے عنوان سے چھپا ہے۔ یہ مضمون ڈاکٹر صاحب کی نجی وذاتی زندگی کے حوالے سے تو جامع ہے، البتہ ان کے دینی کام بالخصوص دعوت رجوع الی القرآن، جس کا مظہر تمام بڑے شہروں میں قرآن اکیڈمیوں کا قیام ہے، غلبہ واقامتِ دین کی جدوجہد، جس کی عملی شکل تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے ایسے رجال کار مہیا کرنا ہے جو خالص نبوی طریق پر دین اسلام کو غالب کرنے کے لئے اپنا تن، من، دھن نثار کرسکیں اور نظام خلافت راشدہ کو دورِ جدید سے ہم آہنگ کرتے ہوئے اسے نافذ کرنے کے لئے تحریک خلافت کا آغاز، ایسے بڑے بڑے کام ہیں جن کے حوالے سے عامۃ المسلمین کو آگاہ کرنے کی مزید ضرورت ہے۔ یہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ خیر خواہی کا تقاضا اور خود دین اسلام کے ساتھ اخلاص کا ثبوت ہوگا۔ روزنامہ ''اسلام'' نے بھی اچھے مضامین شائع کیے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب بنیادی طور پر اپنے آپ کو قرآن کا خادم اور طالب علم کہتے تھے۔ انہیں یہ ہرگز پسند نہیں تھا کہ لوگ انہیں مفسر قرآن وغیرہ جیسے القابات سے نوازیں۔ ان سے اکثر تقاضا کیا جاتا تھا کہ وہ تفسیر قرآن کیوں نہیں لکھتے؟ تو ان کا جواب یہ ہوتا تھا کہ قرآن کی تفسیریں بہت لکھی جاچکی ہیں، وہ تو جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں سے ان تفسیروں کو پڑھنے والے تیار کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کی تفسیر سے انہیں عشق تھا۔ ان کے نزدیک اردو زبان میں یہ مختصر مگر جامع تفسیر ہے۔ اپنے منفرد کام دورۂ ترجمۂ قرآن کے دوران، جس کی سعادت اللہ نے انہیں عطا فرمائی، تفسیر عثمانی ہی وہ اپنے سامنے رکھتے تھے۔ علماء دیوبند سے جس درجے وہ متاثر تھے وہ ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ وہ اپنی انقلابی جماعت تنظیم اسلامی کا شجرۂ نسب شیخ الہند کی جماعت سے جوڑتے تھے اور ان کی سرتوڑ کوشش رہی کہ شیخ الہند کے متوسلین کسی طرح احیائے نظامِ خلافت اور غلبہ واقامتِ دین کی جدوجہد میں شامل ہو جائیں۔ لیکن شیخ الہند کے معتقدین ومتوسلین کے نزدیک ڈاکٹر صاحب قابل قبول نہیں تھے، کیونکہ ایک تو وہ سند یافتہ عالم دین نہیں تھے اور دوسرے وہ کچھ عرصہ تک جماعت اسلامی کے ساتھ وابستہ رہ چکے تھے۔ کاش یہ دو عذر آڑے نہ آتے اور علماءِ حق کا یہ قافلہ ڈاکٹر صاحب جیسے مخلص، متحرک اور باصلاحیت دینی کارکن کی سرپرستی ورہنمائی کرتا تو آج شاید پاکستان دین اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ بن چکا ہوتا اور یہ دن ہمیں دیکھنے نصیب نہ ہوتے کہ نفاذِ اسلام کے مطالبے پر لال مسجد اور جامعہ حفصہ پر کلمہ گو مسلمان چڑھائی کرتے اور معصوم بچیوں کو بے دردی سے قتل کرتے۔ العیاذ باللہ!

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ علمائے حق اپنے معتقد کے سفرِ آخرت پر روانہ ہونے کے بعد ہی سہی اس کے جاری کردہ کام کی سرپرستی کریں، ان کے رفقاء سے کام لیں اور ان کے ساتھ تعاون کریں؟ اگر شیخ الہند اپنے بیٹوں جیسے کم سن، کم علم اور تقویٰ وتدین کے اعتبار سے ان سے کہیں کم ابوالکلام آزاد جیسے نوعمر کو منصبِ امارت سونپنے کی سوچ رکھتے تھے تو ان کے نام لیوا ڈاکٹر صاحب جیسے عبقری کو اپنانے میں کیوں پس وپیش کرتے رہے؟ ہم تو گزارش کریں گے کہ شیخ الہند کی سی مجددانہ شان کی حامل شخصیت سے نسبت رکھنے والے علماء وفضلاء آگے بڑھیں اور تمام مکاتب فکر کے علماء کو ساتھ لے کر اور تبلیغی جماعت جیسی تحریک، جماعت اسلامی جیسی منظم سیاسی قوت اور ڈاکٹر صاحب مرحوم کی تیار کردہ فعال دینی تحریک تنظیم اسلامی کی سرپرستی کرتے ہوئے، پاکستان میں نظام خلافت کے قیام کے لیے جدوجہد کا آغاز کریں۔ وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ سیکولر قوتیں اپنا کام بڑی چالاکی وہوشیاری اور پُرکاری سے سرانجام دے رہی ہیں۔ دنیا دارالعمل ہے، اگر شیطان اور اس کی ذریت زیادہ مستعدی سے کام کریں گے تو نتائج ان کے حق میں نکلیں گے اور رحمان کے اولیاء اگر سعی وجہد کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔

ہمارا ایمان ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے اور ہم سب نے اپنے ربّ کے پاس جانا ہے۔کل حشر کے دن ایک طرف علمائے دیوبند اپنے بڑے بڑے دینی کارناموں کے ساتھ ربّ ذوالجلال کے حضور حاضر ہوں گے تو دوسری طرف ڈاکٹر اسرار احمد بھی کھڑے ہوں گے اور اپنے ربّ کے سامنے فریاد کر رہے ہوں گے کہ اے اللہ! میں نے ان علماء کرام کی خدمت میں دست بستہ التجائیں کی تھیں، ان کو بار بار دھائی دی تھی کہ تیرے دین کو غالب کرنے کے لیے آگے بڑھیں لیکن یہ میری آواز کو اس لیے قابل توجہ نہیں سمجھ رہے تھے کیونکہ میں ان کے کسی مدرسے سے فارغ التحصیل نہیں تھا، حالانکہ میں ان سے بار بار کہتا تھا کہ میرے فہم دین میں کلیدی کردار انہی کے بزرگوں کا ہے، لیکن ان کی ایک ہی پختہ رائے تھی کہ چونکہ یہ مستند عالم نہیں ہے لہٰذا اس کی کوئی بات لائق توجہ نہیں ہے۔میرا پختہ ایمان ہے کہ اس فریاد کا جواب ربّ علیم وخبیر نہایت عادلانہ دیں گے اور مجھے یقین ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کو ایسا جواب مرحمت فرمائیں گے کہ ڈاکٹر صاحب مطمئن ہو جائیں گے اور علماء کرام کے عدمِ التفات کی وجہ سے جو صدمہ انہیں تھا اس کا اللہ پاک انہیں بے حد وحساب اجر دیں گے۔ان شاءاللہ!

آخر میں ڈاکٹر صاحب ؒ کی علماء دیوبند سے عقیدت کا ایک اور پہلو بھی سامنے لانا چاہتا ہوں جس سے اندازہ ہوگا کہ یہ ڈاکٹر صاحب کا انفرادی معاملہ نہیں تھا بلکہ آپ کے زیر تربیت لوگ بھی علماء سے یک گونہ تعلق رکھتے ہیں۔چنانچہ یہ ریکارڈ پر ہے کہ تنظیم اسلامی کے موجودہ امیر اور ڈاکٹر صاحب کے صاحبزادے جناب حافظ عاکف سعید بالکل اپنے والد مرحوم ومغفور کی طرح علماء دیوبند سے نہ صرف یہ کہ عقیدت رکھتے ہیں بلکہ ان سے بڑی توقعات وابستہ کیے ہوئے ہیں۔ میرے سامنے اس وقت ماہنامہ میثاق لاہور کا اپریل 2001ء کا شمارہ موجود ہے جس کے اداریہ میں حافظ صاحب رقم طراز ہیں:

> ”ہمارے نزدیک حالیہ دیوبند کانفرنس کا طالبان کے افغانستان سے متصل پاکستان کے ایک تاریخی شہر پشاور میں انعقاد نہایت معنی خیز اور خوش آئند ہے۔اللہ کرے کہ یہ عظیم اجتماع، پاکستان میں غلبۂ دین اور نفاذِ شریعت کا پیش خیمہ ثابت ہو، تاکہ افغانستان اور پاکستان مل کر نظام خلافت کے عالمی سطح پر احیاء وقیام کے ضمن میں اپنا وہ فیصلہ کن کردار ادا کرسکیں جس کی جانب واضح اشارات احادیث میں ملتے ہیں“۔

پریس ریلیز

حافظ عاکف سعید

اسرائیل کی بدترین ریاستی دہشت گردی ہمارے جرم ضعیفی کی سزا ہے

1 مظلوم فلسطینیوں کے لیے ادویات اور امدادی سامان لے جانے والے جہاز پر اسرائیلی جارحیت کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ستم ظریفی یہ ہے کہ اسرائیل مسلسل دہشت گردی کا مظاہرہ کر رہا ہے لیکن دہشت گردی کا الزام مسلمانوں اور فلسطینیوں پر دھرا جا رہا ہے۔یہ حقیقتاً جرم ضعیفی کی سزا ہے۔ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن، ماڈل ٹاؤن میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔انہوں نے کہا کہ یہود کی یہ مسلم دشمنی نئی نہیں بلکہ نبی اکرمؐ کے دور میں بھی یہود مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن بن کر سامنے آئے۔اسی لیے قرآن نے ہمیں یہود ونصاریٰ کی دوستی سے منع کیا ہے اور واضح طور پر بتا دیا ہے کہ جو ان سے دوستی کرے گا وہ ہدایت سے محروم رہے گا۔امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ دہشت گردی کے نام پر عالم کفر کی جنگ کا اصل ہدف اسلام کا عادلانہ نظام ہے۔خیر وشر کی اس جنگ میں امریکا کو درندگی پر ابھارنے والا اسرائیل ہے۔اسے ڈر ہے کہ دنیا اس نظام کی برکات سے متعارف نہ ہو جائے۔انہوں نے کہا کہ اللہ کے دین کو قائم نہ کرنے کی وجہ سے آج ہم پر ذلت ومسکنت کا عذاب مسلط ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کی بے حرمتی اور توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر ہم احتجاج کے سوا کچھ نہیں کر سکے، جس پر ان کے حوصلے مزید بڑھتے جا رہے ہیں۔تاہم اس ظلم وزیادتی پر مسلمانوں میں بیداری کی لہر بھی پیدا ہو رہی ہے جو خوش آئند ہے۔انہوں نے کہا جس طرح یہود کی سازشوں کے باوجود جزیرۃ العرب پر اللہ کا دین غالب ہو کر رہا تھا بالآخر کُل روئے ارضی پر بھی دین غالب ہوگا۔البتہ اس کے لیے ہمیں غفلت اور کم ہمتی ترک کر کے دین پر عمل پیرا ہو کر اسلامی نظام کے قیام کے لیے شب وروز جدوجہد کرنا ہوگی۔محض مظاہروں سے یہ مسئلہ ختم نہیں ہوگا بلکہ دین کے قیام کے بعد ہی اللہ کی مدد ونصرت کے حقدار ہو کر ہم دشمن کو زیر کر سکیں گے۔(04رجون 2010ء)

این آر او بارے سپریم کورٹ میں حکومت کا یوٹرن اللہ اور اُس کی مخلوق سے کھلا مذاق ہے

2 این آر او کے بارے میں سپریم کورٹ میں حکومت کا یوٹرن محض سیاسی قلابازی نہیں، بلکہ اللہ اور اُس کی مخلوق دونوں سے کھلا مذاق ہے۔یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔انہوں نے کہا کہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ جس روز اسلامی نظریاتی کونسل حکومتی اداروں کو حاصل امتیازی مراعات کو قرآن وسنت کے منافی قرار دیتی ہے، اُس کے اگلے ہی روز حکومت این آر او کو جائز قانون قرار دے دیتی ہے، جو امتیازی قانون کی بدترین شکل ہے۔انہوں نے کہا کہ اگر این آر او جائز قانون ہے تو ملک سے عدالتی نظام اور جیل خانہ جات ختم کر دینا چاہیے۔اس لیے کہ اِن کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔انہوں نے کہا کہ عدل اسلام کی بنیاد اور اُس کا کیچ ورڈ ہے۔عدل کا خاتمہ اسلام سے کھلی بغاوت ہے۔آخر میں انہوں نے سوال کیا کہ کیا پاکستان اس لیے بنایا گیا تھا کہ حکمرانوں کو لوٹ مار کی نہ صرف کھلی اجازت دے دی جائے، بلکہ ایسی قانون سازی عمل میں لائی جائے کہ جس سے کرپشن اُن کا قانونی حق بن جائے۔ (پریس ریلیز:08رجون 2010ء)

میاں نواز شریف کا قادیانیوں کو بھائی قرار دینا حب رسولؐ کے منافی ہے وہ فوری طور پر رجوع کر کے اللہ سے مغفرت مانگیں

3 امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ شریف برادران کے بارے میں عمومی تاثر یہ ہے کہ وہ مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔لیکن قادیانیوں کے حوالے سے ان کے حالیہ بیان سے اُس تاثر کی نفی ہوتی ہے۔یہ حیران کن بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ختم نبوت کے انکار اور غلام احمد قادیانی جیسے نبوت کے جھوٹے دعویدار کے پیروکاروں کو بھائی بہن قرار دینا حب رسول کے منافی ہے اور محض سیاسی بنیادوں پر اس طرح کا بیان جاری کر کے دنیا کے تھوڑے سے منافع کے عوض آخرت کے خسارے کا جو سودا کیا گیا ہے اس سے مسلمانان پاکستان کو سخت صدمہ پہنچا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک اقلیت کی حیثیت سے قادیانیوں کی جان ومال کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہے لیکن ختم نبوت کا انکار کرنے والوں سے اخوت کا رشتہ کبھی جوڑا نہیں جا سکتا۔میاں محمد نواز شریف کو فوری طور پر رجوع کر کے اللہ سے مغفرت طلب کرنی چاہیے۔(09رجون 2010ء)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

تیری عظمت کو سلام

حافظ محمد اویس، کراچی

دنیا میں نجانے کتنے لوگوں نے جنم لیا اور اس بے ثبات زندگی کی چکا چوند نے انہیں دارِ حقیقی کی یاد سے غافل کر دیا۔ ایسے لوگوں کی آنکھ صرف ظاہر پر ہی مرکوز رہتی ہے، جس کے بعد دل یہ فیصلہ کرتا ہے کہ یہی دنیا سب کچھ ہے' آخرت کس نے دیکھی ہے! تاہم' کچھ اللہ والے ایسے بھی ہوتے ہیں جو بظاہر تو اس دنیا کے باسی ہی نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت وہ کسی اور عالم کے مکین ہوتے ہیں۔ وہ یہاں کی فانی لذتوں کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالتے ہیں۔ ایسے ہی افراد کے قبیلے کے ایک فرد ڈاکٹر اسرار احمدؒ ہیں!

ڈاکٹر اسرار احمدؒ اپنی شعوری زندگی کے آغاز ہی سے ملت اسلامیہ کی سربلندی کے حوالے سے فکرمند رہے۔ چنانچہ طالب علمی کے دور میں ایم ایس ایف کے پلیٹ فارم سے تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ اس کے بعد اپنے مواعظ، رسائل اور تحریک رجوع الی القرآن سے قوم کی فکری آبیاری کرتے رہے۔ اسلام کے حرکی اور انقلابی پہلو پر کتب شائع کیں۔ وہ لوگوں کے لیے مرکز نگاہ تھے۔ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد ان کی معتقد تھی جو ان کی ایک آواز پر اپنا تن من دھن لٹانے کے لیے تیار رہتی —— لیکن اِس عظیم ہستی کی دنیا سے بے رغبتی اور سادگی کا یہ عالم تھا کہ جب ان کی رہائش گاہ کی طرف نظر دوڑائی جائے تو یوں لگے گا جیسے یہ کسی گمنام آدمی کا گھر ہے۔ ایسے انسانوں کا اطمینان وسکون وسیع و عریض کمروں' اعلیٰ فرنیچر' نرم و ملائم بستر' روزمرہ استعمال کی جدید برقی مصنوعات' آرائش و زیبائش کے سامان کا محتاج نہیں ہوتا۔ بزرگوں کی یہ شان نہیں ہوتی کہ وہ دنیاوی جاہ وحشم کے پیچھے بھاگیں۔ ان کا اوڑھنا بچھونا فقط اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ابدی پیغام کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کرنا ہوتا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے انہیں یہ فکر لاحق ہوتی ہے کہ دین کا غلبہ کیسے ہوگا!

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے کارناموں کا احاطہ کرنا میرے لیے ممکن نہیں۔ ان کا مشن رب کی ربوبیت، رسول اکرم ﷺ کی محبت، صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے جذبۂ عاشقانہ کو پوری دنیا تک پہنچانا تھا۔ آخری دم تک وہ یہی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ افسوس! ہم یتیم ہو گئے۔

ان جیسے عالموں کی رحلت سے دشمنانِ اسلام کو مسلمانوں کی صفوں میں دراڑیں ڈالنے کا موقع مل جاتا ہے۔ وہ ہمارے درمیان رہ کر ہمیں ایمان سے غافل کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی روح ہمیں چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے: ''اے مسلمانو! اپنی صفوں سے ان لٹیروں کو نکال باہر پھینک دو۔ ان کا رعب و دبدبہ اپنے دلوں سے نکال دو۔ اپنی بقیہ زندگی کو دینِ مصطفویؐ کی راہ پر گامزن کرو۔

اپنے ایمان کی آبیاری کریں
دل پہ اللہ کا نام جاری کریں

اے اللہ! ہمیں پھر سے ان جیسے جرأت مند افراد مہیا کر جو ان کی روح کو سکون پہنچانے کا ذریعہ بن سکیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسے افراد کے ساتھ دلی جذبہ رکھنے کی توفیق عطا کر۔ اے خدا! ہمیں لوگوں کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

'وہ جس نے دین کا جامع تصور ہم کو سمجھایا'

بانیٔ محترمؒ کو منظوم خراجِ تحسین

راجہ احمد بلال ناصری

وہ جس نے دین کا جامع تصور ہم کو سمجھایا
نقیبِ الہدیٰ بن کر وہ سینوں میں اتر آیا
خیال و فکر پر جس کے رہا قرآن کا سایہ
خلافت کی تڑپ اس رہبرِ ملت کا سرمایہ
رہِ نبویؐ سے انساں کو شناسا کردیا اس نے
نگاہ و قلب کو قرآں کا پیاسا کردیا اس نے
کبھی تھا مرحلہ وہ جب ذرا مدہم اجالا تھا
بصائر میں عیاں نورِ ہدایت کا حوالہ تھا
شکوہِ اُمتِ وسطیٰ کا سینہ کھلنے والا تھا
سراپا حلم تھا، پُرعزم اور دُھن کا ہمالہ تھا
پیامِ آخریں نے فکرِ انساں کو خودی بخشی
طبیبِ جسم و جاںؒ کو روح کی چارہ گری بخشی
نہ جب دیکھی گئی اللہ سے اُمت کی ویرانی
کِھلے گُل بن کے ہر جانب میں حلقہ ہائے قرآنی
معطر کر گیا انسان کو پیغامِ ربانی
میسر آگئے ''داعی'' کو وہ احباب رحمانی
جنہیں ''تنظیم'' کا خوگر کیا دیں کی اقامت کو
اُٹھو زندہ کریں کُل روئے ارضی پر خلافت کو
نظامِ سمع و طاعت، سنتِ بیعت کا احیاء ہو
مصمم عزم کی منہاج میں سیرت کا اجراء ہو
نفاذِ عدل سے اللہ کی رحمت کا چرچا ہو
ہجومِ موماناں میں وحدتِ امت کا امکاں ہو
صدائے ''ولتکن منکم'' ہوئی تعلیم کی صورت
جواں فطرت میں ایماں کردیا تحریک کی صورت
بلادِ ہند، افریقہ، عرب کے ریگزاروں میں
گہر ایسا کہ پہچانا گیا تنہا ہزاروں میں
پیامِ انقلابِ مصطفیٰؐ پنہاں بہاروں میں
زمیں کے کہساروں میں، فلک کے چاند تاروں میں
نشاۃِ ثانیہ مردِ قلندر کی اذانوں میں
حرا کے نور کی تاثیر تھی اس کے بیانوں میں
مطیعِ منہجِ نبویؐ کیے قلب و زباں اس نے
''اقیموا الدین'' کی جِدّوجہد کردی جواں اس نے
خدا کا شکر کہ جس راہ میں دے دی ہے جاں اس نے
سوئے منزل ہیں سنگِ میل جو چھوڑے نشاں اس نے
الٰہی خادمِ قرآن کا فردوس میں گھر ہو!
''جوارِ رحمۃ للعالمیں'' اس کا مقدر ہو!

اسلامی اخوت کا رشتہ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

بنیادی طور پر تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا کی اولاد ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ پھر اُن دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں زمین میں پھیلائیں۔“ (النساء:1) گویا سب سے پہلے اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا، پھر اُن سے ان کی زوجہ تخلیق فرمائی۔ مرد اور عورت کا یہ جوڑا مکمل ہوا تو ان کے ہاں اولاد پیدا ہوئی، بیٹے اور بیٹیاں۔ پھر خاندان وجود میں آئے۔ قومیں اور قبیلے بن گئے۔ آج دنیا میں اربوں انسان ہیں جو سب آدم اور حوا کی اولاد ہیں۔ ایک فارسی شاعر نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ در آفرینش زیک جوہر اند

(اولادِ آدم ایک دوسرے کے اعضاء ہیں کیونکہ ان کی پیدائش ایک جوہر سے ہے)

جوں جوں لوگ اپنے مرکز سے دور ہوتے گئے اُن کا آپس میں تعلق کمزور ہوتا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اخلاقی خوبیوں اور برائیوں کا شعور ہر انسان کی فطرت میں رکھ دیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ ”اللہ نے انسانوں کو برے کاموں اور اچھے کاموں سے آگاہ کر دیا۔“ (سورۃ الشمس:8) مگر ابلیس ایک شر کی قوت کے طور پر انسان کا بدترین دشمن بھی پیدا ہو گیا، جو راندۂ درگاہ اور ملعون ہے۔ اُس کی یہ خواہش ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ انسانوں کو اچھے کاموں سے دور رکھے اور برائی کے ارتکاب پر آمادہ کرے۔ قرآن مجید میں اُسے ”الغرور“ یعنی بڑا دھوکے باز کہا گیا ہے۔ وہ انسانوں کو سبز باغ دکھاتا ہے، بڑی امیدیں دلاتا اور اچھے نتائج کا وعدہ کرتا ہے۔ یہ انسان کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ اس کے حملوں سے بچنا آسان کام نہیں ہے۔ پس لوگوں کی اکثریت شیطان کی چالبازیوں سے نہ بچ سکی۔ اخلاقی برائیاں عام ہوئیں۔ آپس کی دشمنیاں، عداوتیں، بغض و عناد اور لڑائی جھگڑے پیدا ہو گئے۔ انسانوں کے درمیان انس و محبت کا جذبہ ماند پڑتا گیا۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کی راہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً انبیاء و رسل بھیجتا رہا جو انسانوں کو اچھے کاموں کی تعلیم دیتے اور شیطان کے شر سے بچنے کی تلقین کرتے۔ سلیم الفطرت لوگ اللہ کے ان فرستادگان کی آواز پر لبیک کہتے رہے مگر اکثر لوگ شیطان کے بہکاوے میں آ کر گمراہی اور ضلالت کی راہ پر چلتے رہے۔

انبیاء و رسل کے سلسلہ کے اخیر پر ختم المرسلین و النبیین حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے۔ آپؐ نے لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچایا۔ اللہ کی رضا والے کام کرنے کی دعوت دی اور برائیوں سے باز رہنے کا درس دیا۔ آپ نے لوگوں کو یاد دہانی کرائی کہ سب انسان آدمؑ کی اولاد ہیں، اور انہیں آپس میں پیار و محبت کے ساتھ رہنا چاہیے اور اس نسبی تعلق کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔ آپؐ پر ایمان لانے والے مسلم اور مومن کہلائے اور اس طرح مسلم امت وجود میں آ گئی جس کا فرض منصبی یہ قرار پایا کہ وہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور برائی سے روکتے رہیں، اس کے باوجود بھی جو لوگ سیدھی راہ پر نہ آئیں ان کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری کا جذبہ تو رکھا جائے، مگر اُن کی شر سے بچنے کا اہتمام کیا جائے اور اُن کے ساتھ محبت قلبی نہ رکھی جائے اور نہ اُن کو راز دار بنایا جائے۔ البتہ دین کی دعوت کا کام نہایت حکیمانہ انداز میں جاری رکھا جائے۔

جو لوگ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ایک مسلمان دنیا کے ایک کونے میں، دوسرا دوسرے کونے میں رہ رہا ہے تو وہ دونوں اسلامی بھائی ہیں اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ”تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔“ (سورۃ الحجرات) رسول اللہ ﷺ نے اس بھائی چارے کو مضبوط تر بنانے کی تعلیم دی ہے۔ اور مسلمانوں کو آپس میں پیار، محبت اور انس و خیر خواہی کی نصیحت کی ہے۔ بلکہ آپؐ نے مسلمان کی پہچان یہ قرار دی کہ وہ دوسرے مسلمان بھائیوں کا حقیقی خیر خواہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا ”مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان (کے شر) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“ (ترمذی) اخوت کا یہ درس آپؐ نے اپنے ماننے والوں میں اس قدر پختہ کر دیا کہ انہوں نے اپنے ماں جائے بھائی کو جس نے اسلام قبول نہ کیا، بھلا دیا اور اُس کے ساتھ رشتہ ختم کر دیا اور ہر مسلمان آدمی کو اپنا بھائی سمجھ لیا۔ آپؐ نے فرمایا: اہل ایمان کو باہم ایک دوسرے پر رحم کھانے، محبت کرنے اور شفقت کرنے میں تم جسم انسانی کی طرح دیکھو گے۔ جب اس کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو جسم کے باقی سارے اعضاء بھی بخار اور بے خوابی میں اس کے شریک حال ہو جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم) جوں جوں امت مسلمہ میں یہ جذبۂ اخوت ماند پڑتا گیا، مسلمان کمزور ہوتے گئے اور ذلت و رسوائی اُن کا مقدر بن گئی۔ کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کو نظر انداز کر دیا۔ جب تک مسلمان جذبۂ اخوت اور ایثار سے سرشار رہے ہیں، اس وقت تک وہ سربلند، غالب اور معزز رہے۔ آج بھی مسلمان اگر آپس میں رشتۂ اخوت مضبوط کر لیں اور کفار اور دشمنان اسلام کے ساتھ مودت اور محبت نہ رکھیں، اُن کے ساتھ اسلامی اخلاق کے مطابق رواداری اور حسن سلوک کا مظاہرہ تو کریں، مگر ان کے بغض و عناد اور عداوت سے چوکنے رہیں تو امت پر ادبار کی گھٹائیں چھٹ سکتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((الکفر ملة واحدہ)) ”تمام کفار ایک ہی ملت ہیں۔“ یعنی تمام کافر اسلام دشمنی میں ہمیشہ متحد ہیں۔ جب تک انسان دشمن کو دوست سمجھتا ہے، وہ دھوکے میں ہوتا ہے اور نقصان اُٹھاتا ہے۔ مسلمانوں کا دلی دوست صرف مسلمان ہی ہو سکتا ہے، کافر اور مشرک نہیں۔

☆☆☆

مکالمہ بین المذاہب

ادارہ معارف اسلامی لاہور میں ایک علمی لیکچر اور مذاکرہ

حامد علی فاروق
ریسرچ سکالر ادارہ معارف اسلامی

اسلام دینِ فطرت ہے، یہ واحد مذہب ہے جس میں تمام انسانی حقوق کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلام نے زندگی کے تمام دائروں میں انسان کو راہنمائی فراہم کی ہے تاکہ وہ دنیا کی زندگی میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہوئے امن وسکون کی کہکشاؤں کے ساتھ سفر بستہ رہے۔ انسانی معاشرت میں اخوت و مساوات، باہمی ہمدردی، عدل وانصاف اور حقوق انسانی کے ہر عنوان میں انسانی فطرت جس چیز کی متقاضی ہوسکتی ہے، اسلام ان تمام تقاضوں کو کما حقہ ادا کرتا ہے۔ اسلامی مملکت میں تمام غیر اسلامی اقلیتوں کے حقوق کی مکمل ضمانت فراہم کی گئی ہے۔ اسی طرح بین الاقوامی سطح پر دیگر غیر مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات کی نوعیت بھی متعین کردی گئی ہے۔ قرآن واحادیث نبویہؐ میں بے شمار مقامات پر اس حوالے سے راہنمائی موجود ہے۔

آج کے پرفتن دور میں جہاں مغربی استعمار طاقت کے زور پر مسلمانوں کو مختلف طریقوں اور حربوں سے عسکری طور پر مغلوب کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے، وہیں اس سے خطرناک سازش کے ذریعے مسلمانوں کو فکری ونظریاتی طور پر بے دست وپا کرنے کی کوشش بھی کررہا ہے۔ مکالمہ بین المذاہب کے عنوان کے تحت مختلف طریقوں سے یہ بات سمجھانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ مذاہب کی قیود وحدود سے نکل کر باہمی مشترکات کے لئے اکٹھا ہوا جائے۔ آزادی و مساوات کے اسلامی نعرہ کو مغرب اپنے معنی میں استعمال کرنا چاہتا ہے۔ حقوق انسانی کے جو معنی مغربی مفکرین نے سمجھے ہیں، اس کو ہی اصل مان کر مسلمانوں کو اپنے حقوق سے دستبردار کروانا مقصود ہے۔ ستم پر ستم یہ کہ ہمارے سادہ لوح مسلمان علماء ان سازشوں کا شکار ہورہے ہیں۔ تصوف کے نام پر ایسی مجالس کا اہتمام کیا جارہا ہے کہ مسلمان علما، ہنود و نصاریٰ کے ساتھ بغل گیر اور بوس وکنار میں مشغول ہیں۔

ادارہ معارف اسلامی نے اس اہم اور نازک موضوع پر بیداری پیدا کرنے اور اس عنوان کی حقیقت سے پردہ کشائی کے لیے ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا۔ اس مجلس میں مختلف کتاب دوست اور قلم دوست احباب کو شرکت کی دعوت دی گئی جن میں اکثر یونیورسٹی کے ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی کے طلبہ اور مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ شامل تھے۔ مجلس میں ڈاکٹر غلام علی خاں صاحب (شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب) کو بطور مقرر دعوت دی گئی تھی۔ صدر مجلس حافظ محمد ادریس ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی نے افتتاحی کلمات میں مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ ادارہ معارف اسلامی لاہور کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ 1979ء میں مولانا مودودیؒ کو پہلا عالمی شاہ فیصل ایوارڈ ملا تو انہوں نے اس رقم کو اپنے دیرینہ خواب کی تکمیل کا عنوان بناتے ہوئے ادارہ معارف اسلامی لاہور کا سنگ بنیاد رکھا۔

ابتدائی گفتگو کے بعد مہمان خصوصی ڈاکٹر شبیر احمد منصوری (صدر شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب) نے ادارہ کے اس اقدام کی تحسین فرماتے ہوئے اسے وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں علمی انداز میں آگے بڑھنے کی ضرورت ہے تاکہ دلائل کے ساتھ مغربی افکار ونظریات کا مقابلہ کیا جاسکے۔ اگر مغرب ہمیں مکالمے کی دعوت دے تو ہمیں ضرور قبول کرنی چاہیے لیکن اسلام کی متعین کردہ حدود میں رہ کر ان سے گفتگو کرنا مقصود ہے۔ ادارہ معارف اسلامی نے اس مجلس کا اہتمام کرکے آپ حضرات کو اس موضوع پر سوچنے، مزید مطالعہ کرنے اور کچھ لکھنے کا پیغام دیا ہے تاکہ معاشرے میں اس اہم موضوع کی باریکیوں اور نزاکتوں کو سمجھنے کے ساتھ مکار اسلام دشمن عناصر کے مکروفریب کا پردہ چاک کیا جاسکے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ سلسلہ اسی طرح جاری وساری رہے اور شرکاء اپنی سرگرمیوں کے ذریعے اس فورم اور مجلس کی افادیت کو یقینی بنانے کی کوشش کریں۔

ڈاکٹر غلام علی خاں صاحب نے ''مکالمہ بین المذاہب'' کے عنوان پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ Inter faith کی اصطلاح خاص مقاصد کے لیے وضع کی گئی ہے۔ جس طرح کہ یہودیوں کے پروٹوکول چند مذموم اہداف ومقاصد رکھتے ہیں، اسی طرح یہ اصطلاح بھی اپنے موجدین (پیدا کرنے والے) کے ہاں خاص عزائم رکھتی ہے۔ اس کے بنیادی مقاصد میں سے چند درج ذیل ہیں۔

☆ تمام مذاہب کو ایک ہی مذہب کے تحت کردیا جائے تاکہ مذہبی انتہا پسندی کا خاتمہ ہو۔ حلال وحرام کی تمام حدود وقیود کو بالائے طاق رکھ کر ایک نیا ہم آہنگی والا اباحیت پسند مذہب تشکیل دیا جائے۔

☆ ایک بین الاقوامی زبان اختیار کی جائے (جس سے مراد انگریزی ہے) اور علاقائی سطح پر مقامی زبانوں میں تبادلہ خیال ہونے دیا جائے۔

☆ قدرتی وسائل پر کسی خاص قوم یا ملک کی اجارہ داری نہ ہو بلکہ تمام انسان اس کی ملکیت میں تصرف کا حق رکھتے ہوں۔ ان قدرتی وسائل کا استعمال مشترکہ ہو اور اس کی آمدن سے حاصل ہونے والی رقم سے ایک بین الاقوامی فلاحی ٹرسٹ تشکیل دیا جائے۔ جس سے مستحقین میں وظائف تقسیم کیے جائیں۔ (اس اصول میں پیش نظر یہی ہے کہ مسلم ممالک کی قدرتی معدنیات کو بغیر قیمت ادا کیے حاصل کیا جائے کیوں کہ قدرتی وسائل کی بات کرنے والے صنعتی پیداوار کو اس سے الگ شمار کرتے ہیں۔)

☆ ہتھیار اور ڈرگ (نشہ آور اشیا) کی ترسیل پر پابندی ہو (لیکن انسانیت کی بقا اور حفاظت کے نام پر بے گناہ مسلمانوں کے وحشیانہ قتل کے لئے استثنا برقرار رہے)

☆ دنیا کے اندر تصادم سے بچنے کے لیے جنگ کا خاتمہ کیا جائے اور عالمی امن کی بنیاد رکھی جائے۔

☆ All the human beings are equal in rights and duties mutually. آزادی اور مساوات کا حق ہر کسی کے لیے تسلیم کیا جائے (لیکن عملی طور پر مسلمانوں کو بلاوجہ پابند سلاسل رکھنا اور ان سے عدل و انصاف کی بجائے متعصبانہ رویہ اپنانا جائز رکھا جائے۔)

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اسلام کسی بھی طور پر ان اصولوں کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں جو اس کی حلال و حرام کی تمیز کو ختم کر دینے والے ہوں۔ اس خوشنما چارٹ [درج بالا اہداف و مقاصد] کے ذریعے انسان کو اکٹھا کرنا اسی موضوع کا اصل ہدف ہے لیکن یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مغرب اپنے ان نعروں میں تضادات کا شکار ہے۔ وہ جنگ بندی کا نعرہ تو لگا رہا ہے لیکن خود ہی مسلمانوں کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے ایک وحشت ناک جنگ جاری رکھے ہوئے ہے۔ وہ مسلمانوں سے مکالمہ کی بات کر رہا ہے لیکن اپنے منافقانہ طرزِ عمل کو چھوڑنے کے لیے بھی تیار نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے مزید فرمایا کہ اب مغرب اسلام کو فکری طور پر مغلوب کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مستقبل میں جنگ ٹینک اور توپ سے نہیں بلکہ فکری یلغار سے لڑی جائے گی۔ مغرب نے اپنے تہذیبی اثرات مسلمان معاشروں میں پیدا کر دیے ہیں جس کا مظاہرہ ہم اپنے معاشرے میں دیکھ سکتے ہیں۔ سڑکوں پر سائن بورڈوں کی صورت میں اور میڈیا کے ذریعے فحاشی و عریانی کا جو سٹیج تیار کیا جا رہا ہے وہ ہمارے معاشرے پر اثر انداز ہونا شروع ہو گیا ہے۔ کالج و یونیورسٹیوں کا علمی ماحول اس کی زد میں ہے۔ اس نئی نسل کو فکری طور پر اگر بنیادیں فراہم نہ کی گئیں تو ہمارا مستقبل تاریک ہونے کا خدشہ ہے۔ مسجد و مینار اور گنبد و محراب سے فکری و نظریاتی راہنمائی ازحد ضروری ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے علماء و مشائخ ایسی مجلسوں میں رونق افروز ہوتے ہیں جہاں ان مغربی افکار و نظریات کی ترویج کی جا رہی ہے۔ صوفی ازم کے نام پر منعقدہ مجالس میں عیسائی مشنری کے لوگ اپنا نقطہ نظر پیش کر رہے ہیں اور ہمارے علما و مشائخ اس کی تردید اور مخالفت کی بجائے ان کی ہاں میں ہاں ملاتے اور سر دھنتے ہیں۔

آخر میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ہمیں شہادتِ حق کا فریضہ ادا کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جانا چاہیے۔ جدید ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے اسلام کی حقانیت کا پیغام دور دور تک بیانگ دہل پہنچایا جائے۔ تحریر و تقریر کے ذریعے، وعظ و گفتگو کے ذریعے اور خط و کتابت کے ذریعے اسلام کی حقیقی دعوت کو پیش کیا جائے۔ انٹرنیٹ تک رسائی کو ممکن بنایا جائے اور اس کے ذریعے ویب سائٹ تشکیل دے کر یا ویڈیو اور آڈیو کانفرنس کا اہتمام کر کے اپنے پیغام کو پہنچانے کی کوشش کی جائے۔

ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی حافظ محمد ادریس صاحب نے اختتامی کلمات میں شرکائے مجلس کا شکریہ ادا کیا اور اپنی دردمندانہ گذارشات بھی شرکائے مجلس کے سامنے رکھیں۔ ڈائریکٹر ادارہ نے فرمایا کہ یہ اصطلاح (Inter faith) ایک غیر مذہبی (Anti-religion) اصطلاح ہے۔ خدا سے بے خوف اور الہامی ہدایت کے بغیر انسانی زندگی کے لیے نشانات منزل متعین کرنا ایک سراب ہے۔ تاریخ اس بات کو ثابت کر چکی ہے کہ الہامی ہدایت کے بغیر انسانی خواہشات کی بنیاد پر تشکیل پانے والا نظام زندگی کبھی صحیح طور پر قابل عمل نہیں بن سکا۔ یہ نظام تضاد کا شکار رہا اور کچھ عرصے بعد خود ہی زمین بوس ہو گیا۔ گزشتہ چند صدیوں میں انسانی ذہن کی اختراع سے وجود پانے والے مختلف نظام ہائے زندگی کو زمین بوس ہوتے دنیا دیکھ چکی ہے۔ اسلام ہی واحد دین ہے جو چودہ صدیاں گذر جانے کے باوجود اپنی مکمل صورت میں آج بھی موجود ہے اور قابل عمل ہے۔

مغرب کی تہذیبی تاریخ اسلامی تاریخ سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتی۔ مغربی دانشوروں کو جب ان کی تہذیب کا اصلی چہرہ دکھایا جائے تو وہ اپنی صفائی پیش کرنے سے عاجز ہوتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق میں یہ محفوظ ہے کہ صلاح الدین ایوبی کی قبر کو ٹھوکریں ماری گئیں کہ اٹھو اور مقابلہ کرو۔ کیسی بے ہودہ اور فضول حرکت ہے کہ زندگی میں تو مقابلہ نہ کر سکے اور اب دعوت مبارزت دی جا رہی ہے۔ سلطان مہدی سوڈانی سے انگریزوں نے دو جنگیں لڑیں اور دونوں میں شکست کھائی۔ مہدی سوڈانی کی وفات کے بعد ان کے جسم کو قبر سے نکال کر ان کا سر قلم کیا گیا۔ اسی طرح بہادر شاہ ظفر کو دعوت پر بلایا گیا تو ان کے دو بیٹوں کے سر پلیٹ میں ان کے سامنے پیش کیے گئے۔ اس طرح کے کتنے ہی سیاہ دھبے ہیں جو یہ مغربی تہذیب اور اس کے علمبردار اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہیں۔ اس کے مقابلے میں اسلامی تاریخ میں جنگوں کا احوال، مفتوحین کے ساتھ ان کا حسن سلوک اور ہمدردی، انسانی مساوات و آزادی کے ہر ہر عنوان کو حقیقی رنگ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ڈائریکٹر ادارہ نے کہا کہ ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ مسلمان اس وقت اگرچہ راکھ کے ڈھیر کی مانند ہیں لیکن اس میں موجود چنگاریاں شعلہ جوالہ بننے کے لیے بے تاب ہیں۔ مسلمانوں میں بیداری کی لہر ہے۔ یہ مسلمان امت بے عمل ہونے کے باوجود اپنے اندر بہت خیر سمیٹے ہوئے ہے۔ انہوں نے ترک جوان کی مثال پیش کی جس نے مغرب کی بے ہودگی اور ان کی شیطانی ویب سائٹ (Facebook) کو بے بس کر دیا۔ ع

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

ضرورت رشتہ

☆ ملتان میں مقیم مغل فیملی کو اپنی دیندار 21 سالہ (ایم اے انگلش) بیٹی کے لیے پڑھے لکھے دیندار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-7323848

☆ فیصل آباد میں مقیم مغل فیملی کو اپنی دیندار 31 سالہ (بی اے، ڈپلومہ ٹیکسٹائل ڈیزائنگ) بیٹی کے لیے دیندار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0300-7298206

☆ دینی گھرانے کی 25 سالہ خلع یافتہ لڑکی جو سرکاری ملازمہ ہے، کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0322-4070987

☆ سادات بخاری، سنی گھرانے کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم اے انگلش کے لیے ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0332-6629166 / 0321-6012564

دعائے مغفرت کی اپیل

- ہارون آباد کے رفیق حاجی عبدالغفور خان آفریدی کے بھائی روڈ ایکسڈنٹ میں انتقال کر گئے
- حلقہ بہاولنگر کے مبتدی رفیق عاشق حسین وفات پا گئے
- حلقہ بہاولنگر کے رفیق ثناء اللہ کے دادا وفات پا گئے
- معتمد حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن انوار احمد خان کی والدہ قضائے الٰہی سے انتقال کر گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین و رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ترکی کی خارجہ پالیسی میں انقلابی تبدیلی

قاضی حسین احمد

جس وقت بحیرۂ روم میں ترکی کے بحری جہاز ''مارمرا'' پر جو غزہ کے محصور، بے کس اور نہتے باشندوں کے لئے سامان ضرورت لے جا رہا تھا اور جس میں 32 ملکوں سے تعلق رکھنے والے چھ سو سے زیادہ خدمت خلق کے رضا کار سوار تھے، اسرائیلی کمانڈوز حملہ آور تھے عین اسی وقت شام کی سرحد کے قریب ترکی کے بحری فوجی اڈے اسکندرون پر کرد علیحدگی پسندوں کی تنظیم کے کمانڈوز کا حملہ ہوا جس میں ترک فوج کے چھ سپاہی قتل کر دیئے گئے۔ بحیرۂ روم میں IHH جسے ترکی کے حروف تہجی میں (ای ہاہا) کہتے ہیں اور جو ترکی کا انسانی خدمت کا سب سے بڑا ادارہ ہے پر اسرائیلی کمانڈو حملہ میں 19 افراد شہید اور تقریباً ایک سو زخمی ہوئے تھے اور باقی سب کو قید کر کے اسرائیل میں تشدد اور تفتیش کا نشانہ بنایا گیا۔ ان میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے اور یہ سب لوگ قطعی طور پر غیر مسلح تھے۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ یہ غزہ کے دس لاکھ لوگوں کو ضروریات زندگی پہنچانے کے لئے غیر قانونی اسرائیلی حصار کو توڑ رہے تھے۔ بظاہر اس حملے میں اور ترکی کی بندرگاہ اسکندرون پر ترک فوج پر علیحدگی پسند کردوں کے حملے میں کوئی تعلق نہ تھا لیکن درحقیقت اگر اسرائیل ایک طرف بین الاقوامی کھلے سمندر میں خدمت خلق کے رضا کاروں کے اوپر تمام بین الاقوامی ضابطوں کو توڑ کر کھلا حملہ کر رہا تھا تو دوسری طرف وہ ترکی کو یہ پیغام دے رہا تھا کہ اسرائیل خود ترکی کے اندر بھی اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ترک مفادات اور ترک افواج کو نشانہ بنا سکتا ہے اور ترکی اپنی سرحدوں کے اندر بھی اسرائیلی دست برد سے محفوظ نہیں ہے۔ دونوں واقعات کے نتیجے میں اسرائیل کے خلاف ترک عوام میں پکتا ہوا لاوا اچانک پھٹ پڑا۔ عوامی جذبات کی شدت کی وجہ سے ترکی میں سیکولرازم کی بنیاد رکھنے والی اور اسلامی دنیا میں اسرائیل کو سب سے پہلے تسلیم کرنے والی مصطفیٰ کمال کی پارٹی نے بھی ترک پارلیمنٹ میں اس قرارداد کا ساتھ دیا جس میں اسرائیل کو مجرم قرار دیا گیا اور کھلے بین الاقوامی سمندر میں اس وحشیانہ کارروائی کو International Piracy یعنی بین الاقوامی قزاقیت کی کارروائی کہا گیا۔ ترکی کے ہر گلی کوچے سے مرد، خواتین اور بچے اسرائیل کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے باہر نکلے اور ترکی کے وزیراعظم طیب رجب اردگان نے ترک پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے اسرائیل کو للکارا کہ ترکی دوستوں کا دوست ہے لیکن اس کی دشمنی بھی اتنی ہی شدید اور تلخ ہے جتنی اس کی دوستی میں محبت ہے اور ترکی کو دوسروں کی طرح نہیں سمجھنا چاہئے۔ انہوں نے ترک معصوم شہریوں کو قتل کرنے والے اسرائیلی کمانڈوز کو ترکی کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا کہ ترکی میں ان پر مقدمہ چلایا جائے۔ پہلی مرتبہ امریکہ نے اسرائیل کے خلاف سیکورٹی کونسل کی قرارداد کو ویٹو کرنے سے احتراز کیا۔ اسرائیل کا جرم اتنا واضح ہے اور اس کا نشانہ بننے والے ممالک کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ امریکہ کو اپنی ڈھٹائی کے باوجود اس مرتبہ یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ اسرائیل کی حمایت کر سکے۔

مسلمان عوام انڈونیشیا سے لے کر ترکی اور مصر تک اسرائیل کے خلاف میدان میں ہیں۔

مسلمانوں کے مسائل کا حل یہ ہے کہ حکومتیں اور عوام ہم آہنگ ہو جائیں

اس واقعے سے صرف دو دن قبل میں سعادت پارٹی کی سالانہ تقریب یوم فتح استنبول یا یوم فاتح میں شریک تھا۔ اس تقریب سے قبل دو دن تک مسلسل ترک سیاست کی بزرگ شخصیت ترکی کے سابق وزیراعظم اور ترک سیاست میں اسلام کو دوبارہ زندہ کرنے والی باہمت شخصیت پچاسی سالہ پروفیسر ڈاکٹر نجم الدین اربکان صاحب مسلسل اپنی طویل گفتگوؤں میں وضاحت کر رہے تھے کہ دنیا پر حکومت کرنے والی اصل قوت جو اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے صہیونیت (Zionism) ہے''۔ انہوں نے پانچ مختلف اجتماعات میں اپنی ڈیڑھ دو گھنٹے کی تقریر میں صہیونزم کی سازشوں اور دنیا بھر کے مالی، معاشی، تعلیمی اور اطلاعاتی اداروں پر صہیونزم کے اثرات کو اتنے تکرار کے ساتھ بیان کیا کہ میں نے ایک علیحدہ نشست میں اشارۃً عرض کی کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ اگر تین چلّے یعنی چار مہینے تک سفر کیا جائے تو روزانہ کم از کم ایک مرتبہ چھ نکات یا چھ نمبروں پر تقریر سننی پڑتی ہے اور ان کا کہنا یہ ہے کہ بات کو عوام کے ذہن نشین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ چند باتوں کی بار بار تکرار کی جائے۔ جواب میں پروفیسر نجم الدین اربکان نے ترکی کا ایک محاورہ سنایا کہ حق بات کی تکرار کی جائے اگر چہ تمہیں ایک سو اسی (180) بار اس کو دہرانا پڑے۔ میں سمجھ گیا کہ پروفیسر نجم الدین اربکان ارادتاً یہ تکرار کر رہے ہیں۔ ان کی یہ تقریر ہم بیس سال سے سن رہے ہیں لیکن اس مرتبہ IHH (ای ہاہا) کے صدر ''بلند'' نے کہا کہ ترکی کے عوام نے بالآخر ہماری بات سمجھ لی ہے۔

کہاں وہ دن جب ترکی کی حکومت کی خیر سگالی کو استعمال کر کے پاکستان کے وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری اسرائیلی وزیر خارجہ سے استنبول میں ملاقات کر رہے تھے اور اسرائیل کے ساتھ قائم خفیہ تعلقات کو سرعام ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور کہاں یہ عالم جب پوری ترک قوم اپنی حکومت کے ساتھ مل کر اسرائیل کو للکار رہی ہے اور ترک صدر اعلان کر رہے ہیں کہ ترکی اور اسرائیل کے تعلقات اب کبھی بھی وہ نہیں ہو سکیں گے جو پہلے تھے۔

کیا ترک حکومت اسرائیل کے خلاف اپنی اس پالیسی پر پیش قدمی کر سکے گی یا اسے دوبارہ سابقہ ڈگر پر آنا پڑے گا۔ ایک طرف ترک عوام کے جذبات ہیں اور حکمران پارٹی کی سیاسی ضرورت ہے کہ عوام کے جذبات کا ساتھ دیا جائے۔ دوسری جانب اسرائیل کی مخالفت

مول لینے کے خطرات ہیں۔ ترکی کے موجودہ وزیراعظم طیب اردگان پر دو مرتبہ قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے۔ ترکی کی یہودی کمیونٹی تعداد میں تقریباً 25 ہزار ہے لیکن تجارت، فوج اور میڈیا میں بے پناہ اثرات کی حامل ہے۔ ترکی کے اندرونی مسائل میں بڑا مسئلہ کردوں کی علیحدگی پسند اور خلاف قانون تحریک PKK کا ہے، جسے اسرائیل حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔ ترکی نیٹو کا ممبر ہے۔ وہ یورپین کمیونٹی میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ اگر ترکی کی حکومت ان خطرات سے خوفزدہ ہو کر احتیاط کے نام پر اپنے قدم آگے بڑھانے کی بجائے روکے گی تو عوام میں اپنی ساکھ کو برقرار نہیں رکھ سکے گی اور اگر جرأت کر کے اسرائیل کے مقابلے میں فلسطینی حریت پسندوں کا ساتھ دے گی اور خطرات کو انگیز کرے گی تو بلاشبہ معاشی طور پر کچھ نقصان اٹھائے گی لیکن پورے مشرق وسطیٰ میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ جائے گی۔ اس طرح ترکی اور ایران کے تعلقات جن میں بہتری کے آثار پہلے ہی نظر آنے لگے ہیں مزید تقویت پائیں گے۔ ترکی اور شام بھی قریب آئیں گے اور ترکی کی شہ پا کر عرب ممالک کو بھی کچھ ہمت ملے گی۔ اس صورت حال میں پاکستان کی حکومت کیا کرے گی جو اسرائیل کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کرنے کے انتظار میں تھی اور مناسب وقت تلاش کر رہی تھی کہ اسرائیل کو تسلیم کر لیا جائے۔ اگر پاکستان کے پالیسی ساز اداروں میں ایمان کی کوئی چنگاری موجود ہے تو یہ وقت ہے کہ بھارت، امریکہ اور اسرائیل کے دباؤ سے نکلنے کے لئے کچھ اقدامات کئے جائیں۔ یہ وقت پاکستان کے پالیسی ساز شخصیتوں کے فارغ بیٹھنے کا نہیں ہے۔ مسلمان عوام انڈونیشیا سے لے کر ترکی اور مصر تک اسرائیل کے خلاف میدان میں ہیں۔ مسلمانوں کے مسائل کا حل یہ ہے کہ حکومتیں اور عوام ہم آہنگ ہو جائیں۔ حکومت پاکستان اگر اپنے عوام سے ہم آہنگ ہو جائے تو ہمارے امن و امان کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے اور عالم اسلام کے درمیان باہمی اتحاد سے معاشی مسائل کا بھی دیرپا حل نکل سکتا ہے۔ وقتی مشکلات سے گھبرانے کی بجائے بلند پرواز اور بلند ہمتی کی ضرورت ہے۔ IHH (ای ہا ہا) کے اس مشن میں پاکستان کی نمائندگی تین رکنی وفد نے کی جن میں پاکستان کے نامور صحافی طلعت حسین صاحب بھی شامل تھے۔ اس تین رکنی وفد کی بدولت بتیس ممالک جنہوں نے مظلوم فلسطینی محاصرین کو ضروریات زندگی پہنچانے کے اس جہاد میں حصّہ لیا پاکستان کا ذکر بھی آتا رہا لیکن پاکستانی عوام، فوج اور حکومت سے اسلامی دنیا اس سے زیادہ کی توقع رکھتی ہے۔ اگر حکومت پاکستانی عوام سے بروقت شرکت کی اپیل کرتی تو پاکستان سے ممتاز اور نمایاں افراد اس خدمت میں شرکت کر سکتے تھے۔ ہم نے ای ہا ہا (IHH) کو پیشکش کی ہے کہ وہ جب بھی آئندہ اس طرح کی مہم منظم کرنے کا پروگرام بنائیں تو پاکستان سے ہم امدادی سامان کے ساتھ ان شاء اللہ خود بھی شرکت کریں گے۔ ترکی کے وزیراعظم طیب رجب اردگان نے ترکی کی خارجہ پالیسی میں تبدیلی کے لئے ایک انقلابی قدم اٹھایا ہے۔ اس طرح وہ یورپ کے دم چھلے کی سطح سے اُوپر اٹھ کر ایک ہی جست میں اسلامی دنیا اور مسلمان عوام کی قیادت کے بلند مقام پر فائز ہو گیا ہے۔ اس وقت دنیا بھر کے مسلمان عوام کو ایک جرأت مند اور زیرک قیادت کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر نجم الدین اربکان نے بارہا یہ کہا کہ:

''دنیا پر حکومت کرنے والی اصل قوت جو اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے صہیونیت (Zionism) ہے''

اسلامی دنیا کے پاس ہر طرح کی افرادی اور مادی وسائل موجود ہیں۔ جغرافیائی لحاظ سے وہ دنیا کے اہم ترین خطے پر مشتمل ہے۔ اس میں رہنے والے لوگوں نے ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ کے لئے دنیا کی امامت کی ہے۔ عالم اسلام ایک مرتبہ پھر انگڑائی لے رہا ہے۔ اگر مسلمان ممالک کے حکمران امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی ذہنی غلامی سے نکل آئیں اور مسلمان عوام کی طرح قربانی کے لئے تیار ہو جائیں تو تذلیل اور انحطاط کے دور سے نکل کر ہم بلندی اور عروج کے سفر پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ ترکی کی اپوزیشن 'سعادت' پارٹی کے لیڈر نعمان قرطلمش نے استنبول میں دس لاکھ کے مجمع میں تقریر کرتے ہوئے ترکی سمیت دنیا بھر کے مسلمان حکمرانوں کو یہ صدا دے کر بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

پاکستان کی تین بڑی شاہراہوں کے سنگم پر اور مستقبل کے بڑے تجارتی مراکز سے متصل

برھان ویلی

رہائشی پلاٹس اور فارم ہاؤسز پر مشتمل ایک خوبصورت منصوبہ

30x60، 35x70، 40x80، 60x90 کے رہائشی پلاٹس

7000 روپے فی مرلہ ڈاؤن پیمنٹ | 500 روپے فی مرلہ ماہانہ قسط

تنظیمی رفقاء کو خصوصی رعایت دی جائے گی
ترقیاتی کام تیزی سے جاری ہے

مختلف مقامات سے فاصلہ
اسلام آباد ٹول پلازہ 48 کلومیٹر
واہ/ٹیکسلا 16 کلومیٹر
کامرہ کینٹ 12 کلومیٹر
حسن ابدال 12 کلومیٹر
برہان انٹرچینج 6 کلومیٹر

خصوصیات
☆آلودگی سے پاک آب و ہوا
☆فارم ہاؤس کے لیے سوسائٹی کا اپنا ٹیوب ویل
☆سیم اور تھور سے پاک اراضی

برائے رابطہ
مبشر رشید (رفیق تنظیم)
03009718733

کشمیر بلڈرز: فلیٹ نمبر 11 فرسٹ فلور الفضل پلازہ C-64 سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی
فون نمبر: 051-44523910, 051-8002221

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ پشاور

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے 15 تا 16 مئی کو حلقہ پشاور کا دورہ کیا۔ امیر محترم نے انجمن خدام القرآن سرحد کی جانب سے بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد (مرحوم) کی یاد میں منعقدہ تعزیتی اجتماع میں شرکت کی۔ اس اجتماع میں خطاب کے لیے دعوت مولانا سمیع الحق (مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ (شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) مولانا الطاف الرحمٰن بنوی (شیخ الحدیث و شیخ القرآن امدادالعلوم درویش مسجد پشاور) اور ڈاکٹر قبلہ ایاز (ڈائریکٹر انسٹیوٹ آف اسلامک اینڈ عربیک سٹڈیز پشاور یونیورسٹی) کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ ان تمام حضرات نے پروگرام میں شرکت فرمائی اور ڈاکٹر صاحب مرحوم کی دینی خدمات کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ امیر اشاعۃ التوحید والسنہ پنج پیر مولانا محمد طیب طاہری (خلف الرشید مولانا محمد طاہر مرحوم) نے بذریعہ فون سامعین سے خطاب کیا اور محترم ڈاکٹر صاحب کی خدمات کو سراہا۔

امیر تنظیم کے دورہ کی مناسبت سے 16 مئی کو حلقہ پشاور کا ایک خصوصی اجتماع بھی منعقد کیا گیا تھا۔ یہ اجتماع سعد اللہ جان کالونی کی جامع مسجد ابوبکرؓ میں منعقد ہوا۔ اجتماع میں امیر تنظیم کے علاوہ ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی اور نائب ناظم اعلیٰ خالد محمود عباسی نے شرکت کی۔ اجتماع میں کل 63 رفقاء شریک ہوئے۔ امیر تنظیم نے رفقاء سے تعارف حاصل کیا اور اُن کے سوالوں کے جوابات عنایت فرمائے۔ آخر میں انہوں نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔ جس میں بانیٔ تنظیم اسلامی کی زندگی کے بعض نجی گوشوں کی وضاحت کی۔ امیر تنظیم نے بتایا کہ والد محترم نے اپنی ساری زندگی ایک بامقصد زندگی کا ہدف سامنے رکھ کر گزاری۔ وہ قرآن کی سماعت کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔ مصری قراء کی تلاوت اور قرأت سن کر اُن کو بہت ہی سکون ملتا تھا۔ بانی محترم کو سیر کا بھی شوق تھا۔ کاغان، ناران اور بالخصوص بالاکوٹ سے تو اُن کو گہرا قلبی لگاؤ تھا، اور یہ لگاؤ دراصل تحریک شہیدین کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ وہ طویل سفر کر کے وہاں پہنچتے۔ البتہ ایک رات ٹھہر کر واپس آجاتے تھے کیونکہ اُن کے نزدیک اس غرض کے لیے ایک دن سے زائد وقت گزارنا بے مقصد تھا۔ جو کچھ دیکھنا اور مظاہر قدرت کا مشاہدہ کرنا ہوتا اور وہ پہلی ہی نظر میں کر لیتے تھے۔

16 مئی کو مولانا الطاف الرحمٰن بنوی صاحب نے دارالعلوم امدادیہ (جامع مسجد درویش) میں امیر محترم کو ناشتے پر مدعو کیا۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور منتظمین کو بھی بلایا گیا تھا۔ یہ ایک پُرتکلف دعوت تھی۔ امیر تنظیم کے دورہ کے آخری حصہ میں دارالعلوم اسلامیہ اضاخیل کے انوار اللہ صاحب کی جانب سے مولانا الطاف الرحمٰن بنوی صاحب کے توسط سے دعوت موصول ہوئی تھی کہ امیر محترم دارالعلوم اسلامیہ اضاخیل تشریف لائیں۔ یہاں یہ ذکر مناسب ہوگا کہ دارالعلوم اسلامیہ کے مولانا نثار اللہ باچا صاحب خصوصی طور پر لاہور تشریف لے گئے تھے اور امیر محترم سے تعزیت کی تھی۔ امیر محترم نے اس دعوت کو قبول کیا اور 16 مئی کو رفقاء کے اجتماع کے بعد دارالعلوم اسلامیہ تشریف لے گئے، جہاں پر محترم انوار اللہ، مولانا نثار اللہ باچا صاحب کو منتظر پایا۔ محترم نثار اللہ باچا نے جو محترم رحیم اللہ باچا صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں، نہایت خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور امیر محترم کی آمد پر اُن کا بار بار شکریہ ادا کرتے رہے۔ امیر محترم نے دارالعلوم اسلامیہ کی بزرگ شخصیت محترم رحیم اللہ باچا صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ موصوف صحت کے لحاظ سے کافی کمزور ہیں اور تقریباً 87 سال کے ہیں۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کی مغفرت کے لیے دُعا کی۔ یہاں مہمانوں کی پُرتکلف چائے سے تواضع کی گئی۔ محترم مولانا الطاف الرحمٰن بنوی صاحب اور خورشید انجم (امیر تنظیم اسلامی پشاور) بھی اس سفر میں ہمارے ہمراہ تھے۔ اس ملاقات کے اختتام پر امیر محترم کا دورۂ سرحد اختتام پذیر ہوا اور وہ لاہور کے لیے عازم سفر ہوئے۔

(رپورٹ: میجر (ر) فتح محمد، امیر حلقہ پشاور)

حلقہ سرحد شمالی کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام

9 مئی 2010ء کو حلقہ سرحد شمالی کے زیر اہتمام رفقاء اور احباب کے لیے دعوتی و تربیتی پروگرام ہوا۔ یہ پروگرام صبح 8 بجے تا دوپہر ایک بجے تک چائے کے وقفے کے ساتھ جاری رہا۔ جس میں 95 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ پروگرام کی نوعیت ایسی رکھی گئی تھی کہ بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کی شخصیت اور خدمات کو اُجاگر کرنے کے علاوہ اُن کے چھوڑے ہوئے مشن کو آگے بڑھانے کا جذبہ تیز ہو۔ اسی لیے عام شیڈول سے ہٹ کر اُن کے بتائے ہوئے فکر اور سیرت نبویؐ سے ماخوذ طریقہ کار پر تفصیلی تقاریر ہوئیں، جنہیں رفقاء کے علاوہ احباب نے بھی سراہا اور خاص کر منہج انقلاب نبویؐ کے موضوع پر حلقہ کے ناظم دعوت فیض الرحمٰن کی تقریر بہت پسند کی جس میں مروجہ طریقوں کا نبویؐ طریقہ کار سے موازنہ کیا گیا۔

پروگرام کا آغاز شوکت اللہ تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ نائب ناظم نشر و اشاعت جناب محمد فہیم نے بڑے جامع خلاصے کی شکل میں ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کے خدمات اور مشن کی وضاحت کی اور ساتھیوں پر زور دیا کہ اُن کے ساتھ ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی تمام صلاحیتیں اس مشن پر لگا دیں۔ اس کے بعد مرحوم کے لیے دُعائے مغفرت کی گئی۔ بعد ازاں امراء و نقباء کے ساتھ امیر حلقہ کی مختصر میٹنگ ہوئی اور کھانے کے بعد شرکاء واپس روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں توفیق دے کہ ہم عدل اجتماعی کے قیام کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر دیں۔

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

آیئے! قرآن مجید سے نصیحت حاصل کریں (اہلیت انٹرمیڈیٹ)

پندرہ روزہ کورس (کُل وقتی)
5 جولائی تا 19 جولائی 2010 ان شاء اللہ
نوٹ: دوران کورس قیام و طعام ادارہ کے ذمہ ہوگا
زیر نگرانی ڈاکٹر عبدالسمیع

مضامین

تجوید	عربی زبان کا تعارف	قرآن حکیم کے منتخب مقامات
منتخب احادیث	بنیادی دینی موضوعات	روزمرہ کے مسائل
سیرت النبی ﷺ	قصص الانبیاء	اقبالیات

مزید معلومات اور رجسٹریشن کے لیے: 041-8520869, 0321-7805614
faisalabad@tanzeem.org
بمقام: قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد

Who were braver than Umar and Hamza; who was more wise and gentle than Abu Bakr as-Siddiq; and which woman was more graceful and honorable than Khadijah, the wife of the Prophet was?

Yes, in these times of increasing technology and information super-highways, it is important to obtain secular knowledge. Also, as a nation, we do need doctors, lawyers and engineers. But we need people who are knowledgeable of their religion first and foremost. What good will it do us to have a nation of professional people who do not know how to make the *salah*, or how to calculate the *zakah*, or how to perform Hajj?

Ignorance is no bliss. Through it runs the deviant courses of innovation, *shirk*, disunity and hatred. Knowledge is the key to our success. It gives us power to govern ourselves, our household, and ultimately our communities. A community, which forgets why it was founded, who it serves and what its responsibilities are, by embracing ignorance, is a nation destined to fail! (*Courtesy: Al-Jumuah*)

تبصرۂ کتب

پندرہ روزہ "نشود" کراچی

(جلد16،شمارہ10، جمادی الثانی1431ء بمطابق16 تا31 مئی2010ء)

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

حکیم سید محمود احمد سرو سہارن پوری کی ادارت میں شائع ہونے والے اس پندرہ روزہ رسالے کا یہ شمارہ32 صفحات پر مشتمل ہے۔حکیم سید محمود احمد سرو سہارن پوری اہلِ علم کے ہاں جانی پہچانی محترم شخصیت ہیں۔اس مختصر سے شمارے میں چھ مضامین ہیں:
1۔احساسات 2۔درسِ قرآن 3۔سید مودودیؒ کی تختہ دار تک روانگی اور واپسی 4۔خود کو پہچانئے 5۔مسلمانوں کی سربلندی کے لیے کرنے کے میدان 6۔یونان میں ہنگامے: سوچنے والوں کے لیے سبق

تمام مضامین نہایت سنجیدہ اور غوروفکر کے دریچے وا کرنے والے ہیں۔
"احساسات" میں تخلیق پاکستان کے ضمن میں مسلمانوں کی مختلف آراء پر سیر حاصل تبصرہ ہے۔"درسِ قرآن" کے سلسلہ میں سورۃ التوبہ کی 38 تا41 تین آیات کی تشریح نہایت اچھے پیرائے میں کی گئی ہے۔سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی سزائے موت کے حوالے سے حالات کا نقشہ بڑی حقیقت پسندی کے ساتھ کھینچا گیا ہے کہ سزائے موت کا حکم سن کر مولانا مودودی کا کیا ردعمل تھا اور کس طرح اس مردحق گو کو تختہ دار سے واپس لایا گیا۔
چوتھا مضمون محترمہ عامرہ احسان کی کتاب "خود کو پہچانئے" سے لیا گیا ہے۔یہ مضمون انتہائی اہم اور سبق آموز ہے۔محترمہ کو اللہ تعالیٰ نے بات سمجھانے کی خصوصی صلاحیت سے نوازا ہے۔اس کے پڑھنے سے قاری کے قلب وذہن متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔
پانچواں مضمون عمر مصطفیٰ انصاری کا ہے جس میں انہوں نے مسلمانوں پر واضح کیا ہے کہ وہ کس انداز سے کام کریں، تاکہ اس نکبت اور ذلت سے نکل کر عزت وعظمت کا مقام حاصل کرسکیں۔آخری تحریر"یونان میں ہنگامے" کے عنوان سے ہے۔جس میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان میں مہنگائی، بدامنی، نااہل اور عوام دشمن قیادت نے وہی حالات پیدا کردیئے ہیں جو یونان میں ہیں۔ملک بیرونی قرضوں کے نیچے دب چکا ہے۔قرض دینے والوں کی نامعقول شرائط عوام پر لاگو کرکے زندگی تلخ کردی گئی ہے۔مضمون میں حکمرانوں کی راہ نمائی کی گئی ہے کہ عوام کی نبض پر ہاتھ رکھیں ورنہ نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا؟

یہ شمارہ تحریروں کے اعتبار سے بقامت کہتر و لے بقیمت بہتر کا مصداق ہے۔
بعض جگہ کمپوزنگ کی غلطیاں ہیں جو قاری کی طبع پر گراں گزرتی ہیں۔قیمت فی شمارہ 10 روپے ہے۔جبکہ سالان زرِتعاون200 روپے ہے۔

ملنے کا پتہ: آرالیس33،اٹاوہ سوسائٹی،نزد گلشن معمار کراچی75340

نامے میرے نام

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

14 اپریل2010ء کو ملاوی (افریقہ) میں ڈاکٹر صاحب کی وفات کی دردناک خبر سن کر مجھے بہت افسوس ہوا، دلی صدمہ پہنچا۔یقیناً وہ اس دور کے نبض شناس حکیم اور علمی شخصیت تھے جنہوں نے خوش اسلوبی اور حکمت سے علم اور دعوت کے میدان میں عظیم خدمات سرانجام دیں۔عصری تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے نئے طرز اور جدید اسلوب سے اسلام کی دعوت وتبلیغ کا کام کیا، جسے نئی نسل اور جدید طبقے نے بآسانی قبول کیا۔اللہ تعالیٰ ان کی تمام خدمات کو ان کے میزانِ حسنات میں شمار فرمادے۔ڈاکٹر صاحب کا سانحہ وفات مسلمانان عالم، ملک وملت اور خاص کر تنظیم اسلامی کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے اور علمی اور دعوتی میدان میں ایک نہ پر ہونے والا خلا ہے۔اُن کی وفات پر وہ مقولہ صادق آتا ہے کہ موت العالِم موت العالَم ۔اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین، ان سے علمی و روحانی تعلق رکھنے والے افراد اور ان کی تنظیم کے جملہ کارکنوں اور ذمہ داروں کو صبر جمیل عطا فرمائے، ان کے جاری کیے ہوئے علمی چشمے اور خدمات کو برقرار رکھتے ہوئے مزید ترقی دینے کی توفیق عطا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کی تمام خدمات کو اپنے دربار عالیہ میں قبول فرمائے۔آمین

ریاض احمد بروہی
ملاوی، افریقہ
سابق ریزیڈنٹ سپروائزر
قرآن اکیڈمی، ڈیفنس، کراچی

Sumayyah Bint Joan

Knowledge: The Key To Success

The adage that ignorance is bliss could not be farther from truth when seriously put into practical application. Throughout the annals of time, what great accomplishments has ignorance made? What great empires and what marvels of science and technology now bear witness to ignorance's strength and power? That's right, none. Nothing of true worth is achieved without wisdom and knowledge.

It was with supreme knowledge that Allah laid the foundation of the heavens and the earth. It was with wisdom, knowledge and understanding that Prophet Solomon PBUH ruled the greatest empire the world has ever known. Our own Prophet, Muhammad ﷺ, as narrated in the *Sunan* of Ibn-e-Majah, told us that acquiring knowledge was a duty placed on each and every Muslim. But the knowledge of what and who, remains the question.

Many of Muslims have used this Hadith of the Prophet ﷺ to justify dealing in *riba* (interest), in order to send our sons and daughters to the finest universities to become doctors, lawyers and engineers. We use it to justify sending our children to private schools, because they supposedly have higher academic standing and prestige than Muslim schools. Some say we are doing it, because the Prophet ﷺ encouraged us to seek knowledge and get educated. But is this knowledge he was speaking about? Is this the kind of education we are supposed to get? And is financing of our children education the right way of achieving it?

It is narrated by Abu Musa Al-Ash`ari that the Prophet Muhammad ﷺ said:

> "The example of guidance and knowledge with which Allah has sent me is like abundant rain falling on the earth, some of which was fertile soil that absorbed rain-water and brought forth vegetation and grass in abundance. (And) another portion of it was hard and held the rain-water and Allah benefited the people with it and they utilized it for drinking (making their animals drink from it) and to irrigate the land for cultivation. (And) a portion of it was barren which could neither hold the water nor bring forth vegetation (then the land was of no benefit). The first is the example of the person who comprehends Allah's religion and gets benefit from the knowledge which Allah has revealed through me and learns and then teaches it to others. The (last example is that of a) person who does not care for it and does not take Allah's guidance revealed through me (he is like the barren land)." (*Bukhari*)

Through this Hadith, the prophet ﷺ is telling us of the superiority of religious knowledge. This is the knowledge which we should give priority to. All other knowledge will not be of benefit, to us with respect to our success in the life to come, if we do not have this one or if the worldly education is in contradiction to the teachings and guidance revealed in the former type of knowledge.

First and the foremost, comes the knowledge of Allah. Knowing of His names and attributes --- *Asmaa* and *Sifat*. Then we should know the rest of principle of faith or *Eman*. And in addition, we are supposed to know all what is expected of us in regard to our servitude to Him, and what mutual rights exist between us --- matters of *Ibadaat* and *Mu`amalat*.

Secondly, we should strive to know Allah's book, the Quran. We should learn to read it in its original Arabic, if we don't already know how to do so --- it is general obligation upon every Muslim to learn in Arabic enough Quran to perform *salah* and other form of worship. We should also be trying to memorize as much of it as possible, and stressing the importance of both of these things to our children. Reading the Quran should be something commonplace in every Muslim home, and is an activity that the whole family can, and should participate in.

Thirdly, we should know about the Prophet Muhammad ﷺ, and his companions. It is by reading their stories that we learn of their bravery, love for the Deen and their complete devotion to Allah. It is by knowing them that we grow to love them, and through loving them, we strive to become more and more like them. This is especially true, when most children nowadays want to be like well-known and over-publicized celebrities. They want to emulate these people, because they know so much about them. It then becomes increasingly important for us Muslims to introduce our children to our heroes.